در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

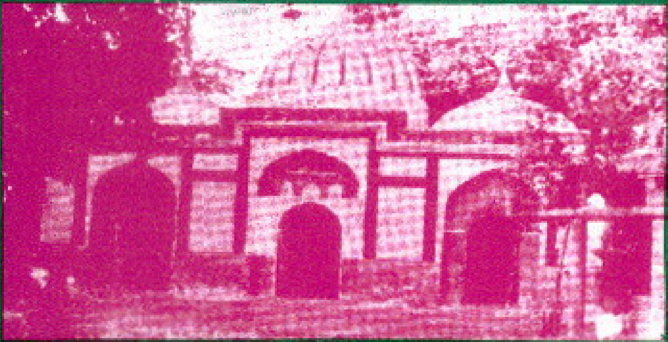

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی، یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ یادگارِ حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیرِ اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظمِ اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۶۸-۲۶۹ جلد نمبر ۲۳

۱۶ دسمبر ۲۰۰۳ء تا ۱۵ جنوری ۲۰۰۴ء ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

مدیرِ اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے کرت پشاور سے شائع کیا

قائدِ اہلِ سنت

شاہ احمد نورانی نمبر

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۳
۲	منقبت	سید احمد ناسر گیلانی	۵
۳	میر کارواں	مدیر اعلیٰ	۶
۴	حق وصداقت کی نشانی شاہ احمد نورانی	سید محمد انور شاہ قادری	۹
۵	ایک آواز حق جو خاموش ہوگئی	مدیر اعلیٰ	۴۰
۶	آہ! مولانا شاہ احمد نورانی	ادار یہ روزنامہ ''مشرق''	۴۲
۷	مولانا شاہ احمد نورانی کے مقاصد کے	ادار یہ روزنامہ ''جنگ''	۴۳
۸	حصول کے تقاضے		
۹	آن کدہ بشکست وآن ساقی نماند	شاہد وود ایڈوکیٹ	۴۶
۱۰	باتیں ان کی یاد رہیں گی	گل محمد فیضی	۵۱
۱۱	موت العالم موت العالم	سرفراز سید	۵۴
۱۲	تعزیتی بیانات		۵۶

تذرہ

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر!

اقبال ریاض

موت کا ایک وقت معین ہے اور یہ برحق بھی ہے، ہر ذی روح نے موت کا مزا چکھنا ہے۔

بھانویں جیوے کوئی لکھ برساں اوڑک اک دن مرنا

تاہم اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ اگر صدیاں بھی بیت جائیں تو ان شخصیتوں اور افراد کی یاد دلوں سے محو نہیں ہو پاتی جو ملک و دین کیلئے مخلص رہے اور دارِ فانی سے کوچ سے قبل انسانی خدمت، معاشرے کی بھلائی اور خدا کی خوشنودی کیلئے ایسے ناقابل فراموش کارنامے اور اقدامات انجام دیتے رہے جنہیں نہ کوئی جھٹلا سکے اور نہ کوئی ان سے صرفِ نظر کرنے کی جسارت ہی کرسکے۔

قحط الرجال کے اس دور میں مجھے ان خیالات اور صورتحال کا احساس ایک شدت کے ساتھ اسلئے ہوا کہ اس بحران کے دور میں جب کہ ملک میں اتحاد و یکجہتی کی اشد ضرورت ہے، اسلام کے وہ عظیم فرزند اور نامور عالم دین علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں جنہوں نے نہ صرف علمائے دین اور دینی جماعتوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے میں نمایاں کردار کا مظاہرہ کیا بلکہ اسلام کی جو خدمت کی وہ موجودہ دورِ ابتلا میں شاید ہی کسی اور نے کی ہوگی، بقول جگر مرادآبادی

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں | تب کے خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

نورانی صاحب ''متحدہ مجلس عمل'' کے سربراہ ہونے کے علاوہ ''جمعیت علماء پاکستان'' کے صدر، ایک اچھے سیاستدان، عوامی رہنما، انتہائی محب وطن، اتحاد بین المسلمین کے داعی، مبلغ اسلام، صاحب کردار، وضع دار، خوش گفتار، سنجیدہ اور متحمل مزاج کی شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اپنی زندگی کا اہم مقصد تصور کر رکھا تھا۔ وہ حریتِ فکر کا ایک باب تھے جو اب منوں مٹی تلے سو رہے ہیں۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس | یوں تو سب آئے ہیں اس دنیا میں مرنے کیلئے

علامہ نے اپنی زندگی میں دنیا کے مختلف ممالک کا دورہ کیا اور سینکڑوں گم کردہ راہ بندوں کو حق کا راستہ دکھایا۔ ان کا عزم پختہ تھا اور وہ ایک متحرک شخصیت ہونے کی بناء پر دنیا کی تقریباً سترہ زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ فرقہ واریت کو وہ قومی یکجہتی کیلئے زہرِ ہلاہل سمجھتے تھے اور اس کے خلاف جدوجہد بھی کرتے رہے۔ ان کی یہی خوبی تھی جس سے متاثر ہو کر "متحدہ مجلس عمل" نے انہیں اپنا سربراہ منتخب کر لیا تھا۔ ہر فرقے کے طرف سے ان پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ یہی وہ بات تھی کہ ان کی وفات پر پورا وطن سوگوار نظر آتا تھا اور لاکھوں بندگانِ خدا ان کے جنازے میں شریک ہوئے کہ وہ ہر لحاظ سے ایک غیر متنازعہ اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے کئی بار پشاور کا دورہ کیا۔ وہ جب بھی تشریف لاتے تو "جمیعت علماء پاکستان" کے صوبائی صدر (فقیر) سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے آستانہ پر ہی قیام کرتے۔ جبکہ جمیعت کے مرکزی سیکرٹری جنرل مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی بھی ان کے ہمراہ ہوتے۔ دونوں رہنما بے حد مخلص دوست بھی تھے جبکہ ایک بار اتفاقاً ان دونوں قابل قدر رہنماؤں میں اختلافات پیدا ہوگئے جو کچھ دوری کا سبب بھی بنے رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی اس صورتحال سے خاصے ملول نظر آتے تھے کہ مدیر اعلیٰ "الحسن" اور ان کے ساتھیوں کی کوششیں اور خلوص رنگ لایا اور دونوں رہنما باہم گلے مل گئے اور "جمیعت علماء پاکستان" پھر متحد اور منظم ہوگئی لیکن فرشتہ اجل نے بہرحال اپنے کام دکھانا ہی تھا اور مولانا عبدالستار خان نیازی اہل وطن کو داغ مفارقت دے گئے۔

دونوں رہنماؤں کی نامور ادیب اور ناول نگار جناب نسیم حجازی مرحوم سے خاصی راہ و رسم، دوستی اور محبت تھی جبکہ راقم الحروف کی پہلی بار ان رہنماؤں سے ملاقات بھی نسیم حجازی صاحب کے ہمراہ ہی ہوئی۔ بعد ازاں پشاور میں مدیر اعلیٰ "الحسن" کے آستانہ پر منعقد ہونے والی علامہ نورانی کی ہر پریس کانفرنس میں شرکت کا بھی موقع ملتا رہا۔ خدا انہیں جوار رحمت سے نوازے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے | سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

نذرانہ عقیدت

سید احمد ناصر گیلانی

طوفان بڑے دل کے در و بام سے گزرے
پر آپ تحمل سے ہر اک گام سے گزرے

مشکل ہے سیاست میں ہو تم سا کوئی رہبر
نہ عہدِ وفا توڑے، نہ الزام سے گزرے

گو راستہ پُر خار تھا ہر منزلِ جاں کا
تفہیم سے ٹھہرے، کبھی افہام سے گزرے

ہر صبح اٹھے لے کے اخوت کا وہ پیغام
اور لے کے علم حق کا وہ ہر شام سے گزرے

مقصودِ سیاست تھا شریعت کی حفاظت
سرعت سے وہ لپکے، کبھی آرام سے گزرے

ناصرؔ مجھے نورانی سے نسبت ہے امیری
پھر کیوں یہ عقیدت میری ابہام سے گزرے

میر کارواں

مدیر اعلیٰ

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

نابغہ عصر، علامہ دہر، فاضل اجل، عالم باعمل، خطیب بے بدل، مبلغ اسلام، قائدِ اہل سنت، میرِ کاروانِ ملت اسلامیہ، چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن، صدر ''جمعیت علماء پاکستان'' اور ''متحدہ مجلس عمل'' کے سربراہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۶ شوال ۱۴۲۴ھ بمطابق دسمبر ۲۰۰۳ء کو اسلام آباد میں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

قائد اہل سنت ایک دینی و علمی گھرانے کے قابل، ذہین اور صاحب فکر و نظر فرزند تھے۔ اپنے والد ماجد حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے پودے کو شبانہ روز محنت سے تناور درخت بنا دیا اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے پلیٹ فارم سے دنیا بھر میں اسلام کی روشنی پھیلائی اور نومسلموں کو اسلامی تعلیمات سے آراستہ کرنے کیلئے مختلف ممالک میں علم و عرفان کے مراکز قائم کیے جو وہاں کے مسلمانوں کو تعلیم و تربیت کی سہولتیں فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ کفر و ضلالت کی ظلمتوں میں اسلام کی نورانی کرنیں بکھرنے کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں اور یہ مبارک سلسلہ رشد و ہدایات مستقبل میں بھی جاری رہے گا (ان شاء اللہ)۔

شاہ احمد نورانی صاحب نے جب خارزار سیاست میں قدم رکھا تو ''جمعیت علماء پاکستان'' کے صدر کی حیثیت سے وطن عزیز کی خانقاہوں کا دورہ کیا اور مشائخ و صوفیاء کرام کو کنج عزلت سے نکال کر نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا داعی اور اس کے نفاذ کیلئے عملی جدوجہد کا علمبردار بنا دیا اور خود اسوہ شبیری کو مشعل راہ بناتے ہوئے ہر دور کی آمریت و استعماریت کو للکارا اور ہر موقع پر ایوانِ اقتدار میں کلمۂ حق بلند کیا جس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ کے عزم و استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ انسانی ضمیروں کے سوداگروں نے نورانی صاحب کو بھی بکاؤ مال سمجھ کر بارہا خریدنے کی

کوشش کی لیکن انہیں ہمیشہ ناکامی و نامرادی کا سامنا کرنا پڑا۔ قومی اسمبلی میں آپ نے ایک بہترین پارلیمنٹرین کا کردار ادا کرتے ہوئے جمہوری اقدار کی پاسداری کی اور حزبِ اختلاف کی رہنمائی جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے کرتے رہے۔ اس عرصہ میں ۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری میں دستور ساز کمیٹی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور ممبر دفاعی کمیٹی کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہٗ ادا کرتے ہوئے مملکت خداداد پاکستان کی دفاعی صلاحیتوں کو بام عروج تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ نیز تحفظ ختم نبوت کیلئے تاریخ ساز کردار ادا کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے کیلئے جو انتھک مساعی جمیلہ بروئے کار لائے، ان کی بدولت آپ کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔

آپ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ شاعر مشرق کے بیان کردہ مذکورہ بالا اوصاف حمیدہ کے علاوہ شفقت، محبت، استقامت، حق گوئی، سنجیدگی، متانت، صبر و تحمل، معاملہ فہمی، حاضر جوابی، دور اندیشی اور اعتدال کی صفات نمایاں تھیں، اتحاد و یکجہتی اور اخوت و رواداری کو پسند کرتے تھے، فرقہ واریت، صوبائی، لسانی اور گروہی تعصبات کے خلاف تھے، اتحاد بین المسلمین کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ چنانچہ جب بھی مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام اکھٹے ہوئے تو انہوں نے قیادت و رہنمائی کا سہرا نورانی صاحب کے سر سجایا چنانچہ "ملی یکجہتی کونسل" اور "متحدہ مجلس عمل" اس سلسلے کی روشن مثالیں ہیں۔

اس مادہ پرستی کے دور میں نورانی صاحب کا وجود باجود پیارے محبوب ﷺ کی سیرت طیبہ کا نمونہ اور مینارۂ نور تھا، آپ علم و عمل اور اخلاص و للّٰہیت کے پیکر تھے۔ سیاست کو بھی دین ہی کا ایک شعبہ سمجھ کر درویشانہ انداز سے خدمات بجالاتے رہے۔ دراصل آپ کی یہ سیاست حضور ﷺ کے ارشادِ گرامی الفقر فخری کی آئینہ دار تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس عظیم عالمی مبلغ اسلام کا اپنا گھر تک نہ تھا اور تمام عمر کرائے کے ایک چھوٹے سے مکان میں گزاری اور جے یو پی میں متبادل قیادت کے فقدان کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کیونکہ موجودہ دور میں عموماً سیاست کو ایوان اقتدار تک پہنچنے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صاحب کو پیارے محبوب ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ عشق تھا جسکی مہک آپکی نشست و برخاست، رہن سہن، خلوت و جلوت اور تقریر و تحریر میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ دینی، سیاسی اور تبلیغی اجتماعات میں آپ کے خطاب سے شمع رسالت مآب ﷺ کے پروانوں کے قلوب حب

رسول ﷺ سے منور ہو جاتے تھے یہاں تک کہ متحدہ مجلس عمل کے جلسوں میں کی جانے والی تقاریر بھی ملکی و بین الاقوامی مسائل پر اظہار خیال کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی الفت و محبت کی خوشبو سے معطر اور دیگر رہنماؤں کی تقاریر سے منفرد ہوا کرتی تھیں۔

نورانی صاحب نے ایک بھرپور اور فعال زندگی گزاری۔ دن بھر تبلیغ، خطابت، مذاکرات اور مختلف مسائل کی گتھیاں سلجھنے میں گزرتا تو رات یادِ الٰہی میں بسر ہوتی۔ سفر ہو یا حضر آپ کے اوراد و وظائف کے معمولات میں کوئی فرق نہ آتا۔

آپ کی وفات حسرت آیات نہ صرف آپ کے خاندان اور بیوی بچوں کیلئے نا قابل تلافی نقصان ہے بلکہ سواد اعظم اہل سنت اپنے محسن، قائد و سرپرست اور پوری ملتِ اسلامیہ ایک عظیم الشان، صاحب کردار، صاحبِ عزیمت اور صاحبِ بصیرت رہنما سے محروم ہو چکی ہے۔ چنانچہ تمام مکاتبِ فکر کے اکابرین نے یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ اس وقت عالمِ اسلام میں آپ کا نعم البدل موجود نہیں اور آپ کی وفات سے پیدا ہونے والا خلاء مستقبل قریب میں پُر ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے پیارے حبیب پاک صاحب لولاک، عالم علوم اولین و آخرین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں نورانی میاں کی مغفرت فرمائے، انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، خصوصاً برخوردارم انس نورانی صاحب کو اپنے مرحوم والد کے فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے۔ نیز اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے اور اپنے لئے ایک مخلص و فعال قیادت منتخب کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ سواد اعظم اہل سنت کا قافلہ اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہتے ہوئے محبت رسول ﷺ کی خوشبو سے اس جہاں رنگ و بو کو مہکاتا رہے۔

آمین ثم آمین و بجاہ نبی الرؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم

نوٹ: ادارہ ''الحسن'' نورانی صاحب کے غم میں ان کے پسماندگان کے ساتھ برابر کا شریک ہے

حق وصداقت کی نشانی

شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین گورنمنٹ ہائر سکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

پاکستان میں ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے بعد سیاسی حالات نہایت نازک صورت اختیار کر چکے تھے اور اس کے مشرقی بازو کی علیحدگی کے واضح آثار نظر آرہے تھے جس کی بدولت پوری قوم خوف وہراس، فکروغم اور ناامیدی کا شکار ہو چکی تھی ان تشویشناک لمحات میں بھی فوجی حکمران کو ہوش نہ آیا اور مے نوشی میں مدہوش رہا۔ حالات سے مجبور ہو کر سیاسی رہنماؤں کو مذاکرات کیلئے بلایا تو اس وقت بھی جرنیل صاحب کی محفل میں جام چل رہے تھے۔ شریعتِ اسلامیہ کی اس کھلے عام خلاف ورزی پر ایک عظیم دینی قائد خاموش نہ رہ سکے اور ان کی باطل شکن گونج سے ایوان حکومت لرز اٹھا اور پلک جھپکنے میں میزیں جام وسبو سے پاک کردی گئیں۔

یہ جلیل القدر انسان جابر حاکم کے سامنے صدائے حق بلند کرنے والے، علم وعمل کے پیکر، نابغہ عصر، قائدِ اہل سنت، مبلغ اسلام، حق وصداقت کی نشانی حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی ساری زندگی اسلام کی تبلیغ، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ، ناموس رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ، نظام مصطفی کے نفاذ، پاکستان کے استحکام، جمہوریت کی پاسداری، حق کی سربلندی، فقر ودرویشی اور اتحاد بین المسلمین میں گزری۔ زیر نظر سطور میں آپ کی سوانح حیات کی کچھ جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں۔

خاندانی پس منظر: قائدِ اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے شہر میرٹھ کے ایک دینی، علمی اور ادبی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب انتالیس (۳۹) ویں

پشت میں یارِ غارِ رسول ﷺ، خلیفہ اوّل امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے، آپ کے داداجان حضرت علامہ عبدالحکیم جوش صدیقی میرٹھی (المتوفی ۱۸۹۸ء) ایک جید عالم دین، مبلغِ اسلام اور نعت گوشاعر تھے جو میرٹھ کی شاہی مسجد کے خطیب بھی تھے[1]۔ ان کے ایک بھائی حضرت مولانا محمد اسماعیل صدیقی میرٹھی اردو کے مشہور شاعر تھے جن کا منظوم اردو کلام ابتدائی جماعتوں سے لے کر یونیورسٹی تک کے اردو نصاب میں شامل ہے۔ علامہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے تایا حضرت علامہ مولانا مختار احمد صدیقی بن عبدالحکیم جوش (المتوفی ۱۹۳۸ء) بھی اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور اعلیٰحضرت امام اہلِ سنت احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور نعت گوشاعر تھے۔ نورانی صاحب کے دوسرے چچا حضرت علامہ مولانا نذیر احمد صدیقی (المتوفی ۱۹۴۷ء) جامع مسجد بمبئی کے خطیب اور قائداعظم محمد علی جناح کے مشیر تھے۔ اسلامی امور پر قائداعظم محمد علی جناح ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ قائداعظم کی اہلیہ رتن بائی نے انہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور پھر آپ نے ہی اس کا نکاح قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ پڑھایا تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے انہیں ایک خصوصی فلائٹ میں حج پر بھیجا اور حج کے دوران ہی مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

والد ماجد: نورانی صاحب کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ بڑے بھائی مولانا مختار احمد صدیقی سے علوم دینیہ کی تکمیل کر کے انہی کے دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور پھر اعلیٰحضرت احمد رضا خان صاحب نے قادری سلسلے میں اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ آپ نے تمام عمر اسلام کی تبلیغ واشاعت میں بسر فرمائی اور ساٹھ ہزار سے زائد غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اسلام کی ترویج واشاعت کیلئے آپ نے تمام براعظموں کا سفر

[1] یہ شاہی مسجد سلطان شمس الدین التمش نے تعمیر کروائی تھی۔

اختیار کیا اسی وجہ سے آپ ''براعظمی مبلغ اسلام'' کہلاتے ہیں۔ عیسائیوں کے بڑے بڑے دانشوروں اور مفکرین سے آپ کے مناظرے بھی ہوئے جن میں سب سے زیادہ مشہور اور تاریخی مناظرہ ڈاکٹر برناڈشا کے ساتھ ہوا جس میں آپ نے اسے عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ آپ نے تحریک خلافت اور تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد اپنے اہل خانہ اور بچوں کے ساتھ کراچی تشریف لائے اور ۱۹۵۴ء میں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تو داعی اجل کو لبیک کہا اور حسن اتفاق سے آپ کو بھی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں ابدی آرام گاہ میسر آئی۔ آپ بھی نعت گو شاعر اور بلند پایہ ادیب تھے آپ نے کئی کتابیں قلم بند کی ہیں۔

والدہ ماجدہ: علامہ نورانی صاحب کی والدہ ماجدہ محترمہ امۃ الرؤف (المتوفی ۲۰۰۲ء) حضرت علامہ قاضی احسان الحق صدیقی کی صاحبزادی تھی۔ قاضی صاحب کا سلسلہ نسب ۳۴ واسطوں سے خلیفۂ اوّل امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔ قاضی صاحب کی ساتویں پشت میں جدّ امجد حجاز مقدس سے ہجرت کر کے ہندوستان پہنچے۔ یہ مغل شہنشاہ اکبر کا دور تھا۔ شاہی دربار میں قاضی القضاۃ کا منصب آپ کے سپرد ہوا۔ یوں نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین صدیقی ہیں یعنی پدری اور مادری دونوں لحاظ سے صدیقیت کے نسب سے مشرف ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ بچیوں کو قرآن پڑھاتی تھیں اور ان کی ساری عمر قرآن پڑھنے اور پڑھانے میں گزری اور ۲۰۰۲ء میں وفات پا کر معروف بزرگ حضرت عبداللہ شاہ غازی کے زیر سایہ کراچی میں آسودہ خاک ہوئیں۔

ولادت باسعادت: حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں سے نوازا تھا جن کے نام یہ ہیں۔ شاہ محمد جیلانی، شاہ احمد نورانی، شاہ حامد ربانی، شاہ حماس سبحانی اور بیٹیوں میں امت الصبوح، ڈاکٹر عزیزہ (گائنا کالوجسٹ) اور ڈاکٹر فریدہ (پی ایچ ڈی) حال ممبر قومی اسمبلی شامل ہیں۔ نورانی صاحب کی ولادت باسعادت میرٹھ میں ۱۷ رمضان

المبارک ۱۳۴۴ھ/۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء کو ہوئی۔

تعلیم و تربیت: میرٹھ میں نورانی صاحب کا گھر علم و فضل کا مرکز تھا لہٰذا ابتدائی تعلیم بھی گھر پر ہی والد ماجد کے زیرِ سایہ شروع ہوئی اور آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قران مجید مع تجوید حفظ کرلیا۔ گورنمنٹ ہائی سکول میرٹھ سے میٹرک پاس کیا۔ بعد ازاں نیشنل عربیک کالج میرٹھ میں داخلہ لیا اور الہ آباد یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کے حصول پر بھی توجہ مبذول رکھی اور اپنے والد گرامی مرتبت سے استفادہ کے علاوہ مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ کے جلیل القدر اساتذۂ کرام سے اکتسابِ علم کرتے ہوئے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔ اس موقع پر ایک عظیم الشان تقریبِ تقسیم اسناد منعقد ہوئی اور ہندوستان کی دو عظیم المرتبت ہستیوں حضرت علامہ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی اور حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے آپ کے سر پر اپنے مبارک ہاتھوں سے دستارِ فضیلت سجائی۔ علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت کے بعد آپ نے سلوک و طریقت کے جہان میں قدم رکھا اور اپنے والد گرامی قدر سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر کے تزکیہ نفس کی مختلف منازل طے کیں اور اسباق کی تکمیل کے بعد والد محترم نے سلسلہ قادریہ رضویہ کی خلافت و اجازت مرحمت فرمائی۔

جوانی کے مشاغل: حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ زمانہ طالب علمی میں فٹبال کھیلا کرتے تھے اور اس کھیل کے ایک اچھے کھلاڑی کی حیثیت سے معروف تھے۔ اس زمانے میں تحریک پاکستان بھی زور پر تھی آپ کے والد ماجد حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی دوسرے علماء اہل سنت کے ساتھ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے حصول پاکستان کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ نورانی صاحب نے میرٹھ میں مسلم نیشنل گارڈ کی بنیاد ڈالی اور آپ کی قیادت میں نوجوانوں کی یہ تنظیم مسلم لیگ کے جلسوں کا اہتمام اور حفاظت کرتی۔ نیز قائداعظم محمد علی جناح کا پیغام گھر گھر پہنچانے کی مساعی جمیلہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے ادا کرتی تھی اور قیام پاکستان تک نورانی صاحب کی قیادت میں مسلم نیشنل گارڈ میرٹھ میں

اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتی رہی۔

پاکستان ہجرت: چودہ اگست ۱۹۴۷ء کو قیامِ پاکستان کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں نے پاکستان ہجرت شروع کی تو ۱۹۴۸ء میں علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے گھرانے کے ساتھ کراچی تشریف لائے اس وقت نورانی صاحب کی عمر بائیس سال تھی۔ آپ لوگوں کو دیگر مہاجرین کے ساتھ جیکب لائن کی بیرکس میں ٹھہرایا گیا دو ماہ کے بعد دو کمروں پر مشتمل ایک فلیٹ کرائے پر حاصل کر کے وہاں منتقل ہو گئے مولانا نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی اسی چھوٹے سے کرائے کے فلیٹ میں بسر کی۔ حالانکہ نورانی صاحب کے بزرگوں کی میرٹھ میں بڑی جاگیریں اور حویلیاں تھیں لیکن نورانی صاحب کے درویش صفت والد حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پاکستان میں کسی بھی قسم کی جائیداد اور مکانات کے حصول کی قطعاً خواہش نہیں کی اور نہ ہی حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں کوئی تگ و دو کی۔ حالانکہ اگر آپ چاہتے تو دیگر مہاجرین کی طرح آپ بھی ہندوؤں کی جائیداد حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے امیری پر فقیری کو ترجیح دی اور دنیا کے حصول کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے کلمۂ حق کی بلندی اور اسلام کی ترویج و اشاعت کو اپنی منزلِ مقصود ٹھہرایا۔

اشاعتِ اسلام: نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تعلیم و تربیت والد گرامی مرتبت حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ ہوئی جو ہر وقت اسلام کی تبلیغ اور ترویج و اشاعت کیلئے کوشاں رہتے تھے انہوں نے اپنے اس ہونہار صالح اور فرماں بردار نورِ چشم کو مستقبل میں مبلغِ اسلام کا منصب سنبھالنے کیلئے تیار کرنا شروع کر دیا تاکہ تبلیغِ اسلام کا سلسلہ جاری رہے۔ نورانی صاحب نے بھی والد محترم کی اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے جدید بین الاقوامی زبانیں انگریزی، فرانسیسی اور سواحلی وغیرہ سیکھیں تاکہ یورپ، افریقہ اور امریکہ کے باشندوں تک ان کی اپنی زبان میں اسلام کا آفاقی پیغام پہنچا سکیں اور انہیں اسلام کی حقانیت سے آگاہ کر سکیں چنانچہ والد محترم کی زندگی میں ہی نورانی

صاحب نے اشاعت اسلام کے مقدس فریضہ کی انجام دہی کا آغاز کر دیا تھا۔ پھر ۱۹۵۴ء میں ان کی وفات کے بعد مستقل طور پر یہ فرائض سنبھال لئے اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے عروج سے ہمکنار کیا۔

سب سے پہلے آپ نے افریقی ممالک کینیا، تنزانیہ، ماریشس اور موزمبیق وغیرہ کا دورہ کیا جہاں آپ کے والد محترم نے باقاعدہ تبلیغی اور تدریسی مراکز قائم کر رکھے تھے۔ اس کے بعد یورپ تشریف لے گئے جبکہ ۵۷/۱۹۵۶ء میں مفتی اعظم روس حضرت علامہ مفتی ضیاء الدین باباخانوف کی خصوصی دعوت پر روس کا تبلیغی دورہ کیا۔ اس زمانے میں وہاں کمیونزم کا دور دورہ تھا اور روس دنیا میں سپر پاور کی حیثیت سے کمیونسٹ بلاک کی سرپرستی کر رہا تھا۔ آپ نے وہاں مسلمان اکثریتی علاقوں ازبکستان، تاشقند، سمرقند، بخارا کا دورہ کیا اور ان علاقوں کے مسلمانوں میں اسلامی شعور بیدار کرنے کی کوششیں کیں جو تقریباً تیس سال بعد بارآور ثابت ہوئیں اور مسلمانانِ روس کی متعدد الگ آزاد مسلمان ریاستیں وجود میں آئیں۔

حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی نے ۱۹۵۹ء میں مشرق وسطی کے عرب ممالک کا دورہ کیا۔ اگلے سال ۱۹۶۰ء میں افریقہ تشریف لے گئے اور کئی افریقی ممالک میں اسلام کی تبلیغ فرمائی جس کی بدولت بہت سے حضرات و خواتین نے اسلام قبول کیا۔ سال ۱۹۶۱ء میں سری لنکا اور شمالی افریقہ کا تبلیغی دورہ کیا پھر ۱۹۶۲ء میں نائجیریا کے وزیر اعظم کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے اور تین ماہ تک ان کے ذاتی مہمان کی حیثیت سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مشن جاری رکھا۔ اس عرصے میں نائجیریا کے کئی پڑوسی ممالک کے تبلیغی دورے بھی کئے۔ اس سے اگلے سال ۱۹۶۳ء میں ترکی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، ماریشس، نائجیریا اور سکینڈے نیوین ممالک کے دورے کرتے ہوئے وہاں کے باشندوں تک اسلام کا پیغام پہنچایا اور اسی سال مسلمانانِ چین کی دعوت پر عوامی جمہوریہ چین کا دورہ بھی کیا۔ بعد ازاں ۱۹۶۴ء میں براعظم شمالی و جنوبی امریکہ کے کئی ممالک کا دورہ کیا جن میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یوں دنیا بھر میں اشاعت و تبلیغِ اسلام کے دوران آپ کو قادیانی فرقے کی مذموم سرگرمیوں کا بھی علم ہوا جو وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر دینِ اسلام کی بیخ کنی اور عقیدۂ ختمِ نبوت کے خلاف جاری رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ۱۹۶۸ء میں قادیانیوں کے ایک بہت بڑے رہنما اور قادیانی رسالے "اسلامک ریویو لندن" کے ایڈیٹر سے ٹرینی ڈاڈ میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی وہ پوری طرح قادیانی لٹریچر سے لیس ہو کر آپ سے مناظرہ کیلئے آیا، ساڑھے پانچ گھنٹے تک قادیانی فرقے کا دفاع کرتا رہا لیکن علامہ نورانی کے بحرِ علم کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور جاء الحق و زھق الباطل کے مصداق کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ چنانچہ ۱۹۶۹ء میں پاکستان واپس آنے کے بعد آپ نے اہلِ وطن اور عالمِ اسلام کی توجہ اس فتنے کی طرف مبذول کروائی۔

ورلڈ اسلامک مشن کا قیام: متعدد ممالک کے تبلیغی دورے کرنے اور حالات و واقعات کا گہرا جائزہ لینے کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ دنیا میں اشاعتِ اسلام کے منظم، مربوط اور مستقل کام کیلئے ایک خاص تنظیم کا ہونا ضروری ہے جس میں شامل علمائے اسلام قدیم و جدید علوم پر مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ مشہور بین الاقوامی زبانیں بھی جانتے ہوں تاکہ یورپ، افریقہ، اور امریکہ کے باسیوں کو اسلام کی تبلیغ کا فریضہ کماحقہ ادا کر سکیں اور وہاں کے جدید تعلیم یافتہ اور مادیت زدہ عوام و خواص کے سامنے ان کی زبان میں اسلام کی حقانیت اور عظمت بیان کر سکیں۔ اس مقصد کیلئے آپ نے ۱۹۷۲ء میں پہلی نبوی درسگاہ "دار ارقم" مکہ مکرمہ کے بابرکت مقام پر "ورلڈ اسلامک مشن" کی بنیاد رکھی اور پھر اس تنظیم کی ایک بہت بڑی کانفرنس ۱۲ اپریل ۱۹۷۴ء کو انگلینڈ کے سینٹ جارج ہال بریڈ فورڈ میں منعقد کی گئی جس میں پچاس (۵۰) ممالک کے جید ترین محقق علمائے کرام شامل ہوئے جو علومِ قدیمہ و جدیدہ میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس جماعت کا تاحیات چیئرمین منتخب کیا۔ اس موقع پر چوبیس ممالک میں "ورلڈ اسلامک مشن" کی شاخیں بھی قائم ہوئیں اور ان کے کنوینر بھی مقرر کئے گئے۔

آپ نے اسی سال ماریشس کا دورہ کیا اور وہاں کے وزیر اعظم کی دعوت پر ۱۲ ربیع الاول شریف

کو عید میلاد النبی ﷺ کے عظیم الشان جلسے سے خطاب کیا جس کا اہتمام حکومت کی طرف سے خصوصی طور پر کیا گیا تھا۔ وزیر اعظم نے اپنے خطاب میں نورانی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ''ماریشس کے عوام خصوصاً مسلمانوں پر نورانی صاحب نے احسان عظیم فرمایا کہ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر ہماری دعوت کو قبول کیا اور یہاں تشریف لائے''۔ اس دورے کے دوران آپ نے وہاں ایک اسلامی دارالعلوم کی بنیاد بھی رکھی۔

اگلے سال ۱۹۷۵ء میں علمائے کرام کے ایک اعلیٰ وسطی وفد (مجاہد ملت عبدالستار خان نیازی مرحوم، پروفیسر شاہ فرید الحق اور علامہ ارشد القادری) کی قیادت کرتے ہوئے براعظم افریقہ، امریکہ اور یورپ تشریف لے گئے جس میں آپ نے چھ سو سے زیادہ تقریریں کیں اور ایک لاکھ کلومیٹر سے زیادہ طویل سفر کیا۔ اس دورے میں بہت سے غیر مسلموں نے آپ کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا۔ ایک بار اسی طرح تبلیغی دورے میں آپ جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن پہنچے تو وہاں کے میئر نے آپ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا اور خطاب کی دعوت دی۔ تقریر کیلئے عنوان یہ مقرر کیا گیا کہ ''اسلام بیسویں صدی کے چیلنج کو قبول کرتا ہے''۔ اس عنوان پر نورانی صاحب نے انگریزی میں اس قدر جامع خطاب کیا کہ حاضرین عش عش کر اٹھے اور میئر صاحب نے سٹیج پر آ کر نورانی صاحب کو ''سفیر اسلام'' کا خطاب دیا۔

حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے تا حیات چیئرمین ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی حیثیت سے اسلام کی اشاعت کا کام یوں جاری رکھا کہ سال کے آٹھ مہینے آپ پاکستان میں قیام کرتے تو چار ماہ مختلف ممالک کے تبلیغی دوروں میں گزارتے، کفر و گمراہی کے اندھیروں میں اسلام کی نورانی شعاعیں بکھیرتے اور غفلت میں پڑی ہوئی بے راہ انسانیت کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ نے تمام دنیا میں نو مسلموں کو اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کیلئے اسلامی مراکز قائم کئے جو نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اگر کوئی جوان ہمت محقق توجہ کرے اور آپ کی ان گراں قدر خدمات کو قلم بند کرنے کی کوشش کرے تو ایک ضخیم، مفید

اور کارآمد کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

سیاسی و دینی خدمات: آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز زمانہ طالب علمی سے ہو چکا تھا اور تحریکِ پاکستان میں مسلم نیشنل گارڈ میرٹھ کے سالار کی حیثیت سے آپ کی خدمات پر گزشتہ سطور میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ پاکستان آنے کے بعد آپ کی زیادہ تر توجہ اشاعتِ اسلام کی طرف مرکوز رہی لیکن ۱۹۶۲ء میں جب جے یو پی کا احیاء عمل میں آیا تو آپ علمائے اہل سنت کی اس تنظیم سے وابستہ ہو گئے لیکن پھر بھی زیادہ وقت بیرون پاکستان تبلیغی دوروں میں ہی گزرتا پھر ۱۹۶۸ء میں جب "جمعیت علماء پاکستان" کی از سرِ نو تنظیم شروع ہوئی تو آپ اس کے سیکرٹری اطلاعات منتخب ہوئے چنانچہ اخبارات میں اس کی تشہیر کیلئے خصوصی اقدامات کئے۔ جب ۱۹۷۰ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے تو آپ جے یو پی کے ٹکٹ پر کراچی سے بھاری اکثریت سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور جنرل یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان میں سیاستدانوں کو بلایا تو مغربی پاکستان کے بعض سیاسی رہنماؤں کی مخالفت کے باوجود آپ وہاں تشریف لے گئے اور یحییٰ خان کو حالات کی نزاکت اور سنگینی سے آگاہ کیا۔ اس موقع پر مولانا مفتی محمود اور خان عبدالولی خان بھی موجود تھے۔

سقوط ڈھاکہ کے بعد جب یہاں پر پاکستان کی قومی اسمبلی کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی تو آپ ایک بہترین پارلیمنٹرین کی حیثیت سے سامنے آئے اور اسمبلی میں حزبِ اختلاف کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ ہماری یہ قومی اسمبلی تاریخ میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ پہلی بار اس اسمبلی نے ایک متفقہ آئین تیار کیا جو ۱۹۷۳ء کے آئین کے نام سے مشہور ہے۔ نورانی صاحب آئین ساز کمیٹی کے ایک باصلاحیت، زیرک، محنتی اور فعال ممبر تھے جنہوں نے آئین کی تیاری کے دوران مسودے میں تقریباً دو سو ترامیم پیش کیں اور ایک قرارداد بھی پیش کی جس کی رو سے وطن عزیز کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا اور سرکاری مذہب "اسلام" قرار پایا۔

آپ ۱۹۷۳ء میں حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جے یو پی کے صدر

منتخب کئے گئے اور عوامی سطح پر اس جماعت کو مقبول بنانے کیلئے ملک بھر کا دورہ کیا۔ بیرونی ممالک کے تبلیغی دوروں کے دوران آپ قادیانیوں کی اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں سے پوری طرح واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہیں غیر مسلم قرار دلوانے کیلئے آپ نے قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم سے ختم نبوت کی تحریک شروع کی اور اس مقصد کیلئے ایک قرار پیش کی جس پر اسمبلی کے بتیس اراکین کے دستخط ثبت تھے۔ سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی اس قرارداد پر بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے "تم نے عجیب مصیبت کھڑی کر دی ہے، یہ تو دینی مدرسے کی بحث ہے اسمبلی میں اس کا کیا کام"۔ نورانی صاحب نے وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کو مخاطب کر کے فرمایا "آپ اس ملک کے وزیر اعظم ہیں، اگر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو جائے اور کہنے لگے کہ میں بھی وزیر اعظم ہوں تو کیا اس کو وزیر اعظم تسلیم کیا جائے گا ہرگز نہیں بلکہ یہی کہا جائے گا کہ یہ پاگل ہے، غدار ہے اس پر مقدمہ چلاؤ۔ تو ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا مسئلہ ہے، حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، کوئی رسول نہیں لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو غلط ہے، جھوٹ ہے اور جو اسے نبی مانتے ہے وہ بھی جھوٹے، کاذب، گمراہ اور اسلام سے خارج ہیں۔ لہٰذا میں نے یہ قرارداد اس لئے پیش کی ہے کہ اراکین اسمبلی کے سامنے اس کے جھوٹ اور کذب بیانی کا پردہ چاک کیا جائے اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے"۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو بڑے ذہین آدمی تھے۔ یہ بات ان کے دماغ میں بیٹھ گئی اور انہوں نے علامہ شاہ احمد صاحب نورانی کے موقف سے اتفاق کیا جس کے باعث قرارداد بحث کیلئے منظور کر لی گئی اس عرصے میں قادیانیوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں بھی اراکینِ اسمبلی کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ ان کی درخواست بھی منظور کر لی گئی اور قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا ناصر احمد اسمبلی میں قادیانیوں کا دفاع کرنے کیلئے آیا۔

حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی، یحییٰ بختیار اور عبدالحفیظ پیرزادہ رات کو دیر تک کام کیا کرتے تھے۔ جناب نورانی صاحب انہیں پوائنٹ بتاتے اور وہ ان کی روشنی میں سوالات تیار

کرتے۔ دوسرے دن اسمبلی میں یہ سوالات مرزا ناصر احمد سے پوچھے جاتے تھے۔ دینی نکات کے علاوہ سیاسی نوعیت کے سوالات بھی تیار کئے گئے جن کا مقصد اراکینِ اسمبلی کے سامنے یہ واضح کرنا تھا کہ قادیانیوں اور یہودیوں کے آپس میں خصوصی اور گہرے مراسم ہیں جو عالمِ اسلام خصوصاً پاکستان کیلئے نہایت خطرناک ہیں۔ دراصل قادیانی یہودیوں کی مدد سے پاکستان پر قابض ہونا چاہتے تھے۔

ان میں سے چند اہم سوالات یہ تھے:

۱: پاکستان کے پاسپورٹ پر باقاعدہ مہر لگائی جاتی ہے کہ سوائے اسرائیل کے تمام ممالک کیلئے کارآمد ہے اس لئے کوئی پاکستانی اسرائیل نہیں جاسکتا لیکن پاکستان کے قادیانی باشندے اسرائیل میں مقیم ہیں، یہ لوگ وہاں کیسے پہنچے؟

۲: یہودی مسلمانانِ عرب پر ظلم وستم کی انتہا کرتے ہوئے انہیں وہاں سے نکال رہے ہیں لیکن قادیانیوں کو اپنے ہاں پناہ دے رہے ہیں اور ان لوگوں کو وہاں بڑی بڑی عمارات فراہم کی گئی ہیں۔

۳: یہودیوں کی سرپرستی میں قادیانیوں نے تل ابیب میں ہیڈ کوارٹر قائم کر رکھا ہے اور وہاں سے اپنے افکار ونظریات کی تشہیر کیلئے باقاعدہ اخبارات ورسائل شائع کر رہے ہیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام باتوں کے باقاعدہ ثبوت بھی یحییٰ بختیار صاحب کو فراہم کئے چنانچہ انہوں نے جب مرزا ناصر احمد سے یہ سوالات کئے تو پہلے تو اس نے انکار کیا لیکن جب یحییٰ بختیار صاحب نے ڈاک کے پتے اور ''الفضل'' کے پرچے اس کے سامنے رکھے تو اس کو بادل ناخواستہ ماننا پڑا۔ جس کا اراکین اسمبلی پر گہرا اثر پڑا اور وہ جان گئے کہ قادیانی یہودیوں کی سرپرستی میں کام کر رہے ہیں اور اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد منظور کر لی اور قادیانی غیر مسلم قرار دیئے گئے اور آئینِ پاکستان میں مسلمان کی یہ تعریف باقاعدہ طور پر شامل ہوئی کہ ''مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر لحاظ سے آخری نبی مانتا ہو'' مسلمان کی یہ تعریف حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ ہے۔ نیز اراکین اسمبلی اپنے انتخاب کے بعد جو حلف اٹھاتے ہیں وہ بھی آپ ہی کا تحریر کردہ ہے۔

حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی نے اس عرصے میں پارلیمنٹ کی دفاعی کمیٹی کی حیثیت سے بھی گراں قدر خدمات انجام دیں چنانچہ پاکستان کے اہم ترین دفاعی منصوبوں ہیوی کمپلیکس ٹیکسلا اور ایرو ناٹیکل کمپلیکس کامرہ پر اسی زمانے میں کام شروع ہوا۔ نیز سب سے زیادہ خصوصی اہمیت کا حامل ایٹمی پروگرام بھی اس دور کی یادگار ہے۔ ان اہم قومی منصوبوں پر آپ نے وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا بھرپور ساتھ دیا اور کسی بھی قسم کے سیاسی اختلافات کو آڑے نہیں آنے دیا۔ ان کارناموں کی وجہ سے آپ جناب ذوالفقار بھٹو کی بڑی قدر کرتے تھے اور آپ واحد سیاسی رہنما تھے جنہوں نے بھٹو صاحب کی پھانسی کے خلاف آواز بلند کی۔ آپ ۱۹۷۵ء میں ایوان بالا (سینٹ) کے ممبر منتخب ہوئے۔

جنرل ضیاء الحق صاحب کے دور اقتدار (۱۹۷۷ء/۸۸) میں آپ نے مارشل لاء کا مقابلہ نہایت عزم و ہمت سے مقابلہ کیا۔ اس عرصے میں دیگر دینی و سیاسی رہنماؤں کی طرح آپ کو بھی بڑے اعلیٰ عہدوں کی پیشکش ہوئی۔ آپ نے اس آمرانہ حکومت میں شامل ہونا گوارا نہیں کیا۔ حالانکہ آپ کے بعض ساتھی ضیاء الحق صاحب کے بچھائے ہوئے دامِ تزویر میں پھنس کر جے یو پی سے الگ ہو گئے۔ اس مارشل لاء کے دوران کئی گروہی، لسانی اور مذہبی فرقہ ورانہ تنظیمیں بھی منظر عام پر آئیں۔ ہیروئن، کلاشنکوف اور وی سی آر کلچر بھی معاشرے میں عام ہو گیا جس کی بدولت بے حیائی، انتشار، فسادات اور قتل و غارت کا گراف بہت بلند ہوا۔ حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی جے یو پی کے پلیٹ فارم سے بے حیائی کے سیلاب کو روکنے اور اتحاد و یکجہتی، اخوت و محبت اور اتحاد بین المسلمین کیلئے کوشاں رہے جسے ہر مکتبہ فکر کے اعتدال پسند طبقے میں پزیرائی نصیب ہوئی۔ چنانچہ ملک کے مقتدر حلقوں اور جماعتوں نے سر جوڑ کر "ملی یکجہتی کونسل" کی بنیاد رکھی تو اس کی سربراہی کیلئے صرف اور صرف ایک ہی شخصیت پر اتفاق کیا اور وہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس تھی یوں بلا مقابلہ آپ اس کے صدر منتخب کئے گئے۔ آپ نے ملک بھر کے اہم شہروں کا دورہ کیا۔ اجلاس ہوئے، تقریریں ہوئیں۔ ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی کوششیں ہوئیں، قتل و غارت کی بجائے

افہام وتفہیم اور مذکرات کا دور شروع ہوا۔ جس کی بدولت فرقہ واریت کی آگ ٹھنڈی کرنے میں مدد ملی اور معاشرے میں امن وامان کی حالت بہتر ہوگئی۔

اسی طرح گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جب امریکہ نے افغانستان کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کی تو مسلمانان افغانستان کے حق میں سب سے پہلی آواز شاہ احمد صاحب نورانی نے بلند فرمائی اور ''دفاع پاکستان وافغانستان کونسل'' قائم کی جس کے باعث دوسری دینی جماعتوں کی توجہ بھی ادھر مبذول ہوئی اور یوں بریلوی، دیوبندی، شیعہ اور اہل حدیث مکتبہ فکر کے علماء اور جماعتوں نے مل کر ''متحدہ مجلس عمل'' کے نام سے جماعت قائم کی۔ اس کی سرپرستی کا سہرا بھی حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی کے سر سجایا گیا یوں آپ قائدِ اہلِ سنت سے میرِ کاروانِ اسلامیہ اور صدر نشین علماء بن گئے۔ انتخابات ۲۰۰۲ء میں ''متحدہ مجلس عمل'' نے متفقہ امیدوار کھڑے کئے اور صوبہ سرحد، صوبہ بلوچستان میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت قائم ہوئی اور حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی ایم ایم اے کے ٹکٹ پر ایوان بالا میں سینٹر منتخب ہوئے اور ملکی سیاست میں ایم ایم اے کے سربراہ کی حیثیت سے آخر وقت تک خدمات بجالاتے رہے۔

شادی اور اولاد امجاد: حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی قدر حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے گہرے مراسم تھے جو سعودی عرب میں مقیم تھے ان کا خاندان اب بھی وہیں رہائش پزیر ہے۔ آپ جب بھی وہاں جاتے تو ان کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ آپ نے ہی نورانی صاحب کی نسبت ضیاء الدین صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی محترمہ سلمہ امۃ الرحمن بنت مولانا فضل الرحمن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ سے طے کی تھی۔ باقاعدہ رخصتی ۱۹۶۲ء میں ہوئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی اپنی بیوی کے ساتھ عربی میں گفتگو کیا کرتے تھے کیونکہ ان کی زبان عربی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس نیک بخت خاتون سے آپ کو دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطاء فرمائیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت علامہ شاہ انس نورانی صدیقی نے کراچی گرامر سکول سے اولیول (O-level) کا امتحان پاس کیا اور ایس ایم کامرس

کالج کراچی سے بی اے اور جامعہ کراچی سے ایم اے اسلامک سٹڈیز کرنے کے بعد بغداد (عراق) سے عربی فاضل کی سند لی اور پھر لیبیا کی اسلامی یونیورسٹی سے قرآن، حدیث اور فقہ میں تخصص کیا اور والد کی وفات کے بعد آپ کو "ورلڈ اسلامک مشن" کا چیئرمین مقرر کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے صاحبزادے محمد اویس نورانی صدیقی سینٹ پیٹرک کالج کراچی سے بی کام کرنے کے بعد امریکہ کی ایک یونیورسٹی سے بزنس ایڈمنسٹریشن کر چکے ہیں۔ نورانی صاحب کی دونوں بیٹیاں محترمہ اناس نورانی سلمہا اور محترمہ ایمان نورانی سلمہا بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ ان کی شادیاں ہو چکی ہیں اور دونوں نے اپنی والدہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چراغ خانہ بن کر گھریلو ذمہ داریاں سنبھال رکھی ہیں۔

نورانی صاحب اور مدیر اعلیٰ "الحسن"

استاد محترم ومکرم (فقیر) سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی اور قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت، اخوت اور محبت بھرے تعلقات کا عرصہ تقریباً اڑتالیس سال پر محیط ہے۔ بقول نورانی صاحب مدیر اعلیٰ "الحسن" سے ان کی پہلی ملاقات ۱۹۵۶ء میں اس وقت ہوئی جب نورانی صاحب تحریک پاکستان کے نامور رہنما حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی کے ہمراہ آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور (رہائش گاہِ مدیر اعلیٰ "الحسن") تشریف لائے تھے[1]۔ بعد ازاں فکری، مذہبی، روحانی اور سیاسی ہم آہنگی خصوصاً غلبہ اسلام، فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، تحفظ ناموسِ رسالت، استحکامِ پاکستان، دردِ امت، اخلاص وللّٰہیت اور فقر و درویشی وغیرہ نے جلد ہی دونوں کو ایک دوسرے کے اس قدر قریب کر دیا کہ نورانی صاحب آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان یکہ توت پشاور کو اپنا گھر سمجھنے لگے اور جب بھی پشاور تشریف لاتے تو یہاں ہی قیام فرماتے۔ یہاں پر تمام گھر والے اور حلقۂ عقیدت بھی آپ سے بے حد مانوس ہو چکا تھا۔

جب ۱۹۶۸ء میں نورانی صاحب جے یو پی کے سیکرٹری اطلاعات منتخب ہوئے اور جے یو پی کی از سر نو تنظیم سازی شروع ہوئی تو اس پلیٹ فارم پر دونوں بزرگوں نے تنظیم سازی میں بنیادی

---

[1] نورانی صاحب نے ۳۰ مئی ۱۹۹۵ء کو ایک انٹرویو میں یہ بات راقم الحروف کو بتائی۔

کردار ادا کیا۔ پھر ۱۹۷۳ء میں جب نورانی صاحب جے یو پی کے صدر منتخب ہوئے تو اس وقت سے لے کر ۲۰۰۲ء تک مدیر اعلیٰ "الحسن" جے یو پی صوبہ سرحد کے صوبائی صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ نورانی صاحب جب بھی صوبہ سرحد کا دورہ کرتے تو پہلے پشاور میں آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت تشریف لاتے اور پھر یہاں سے صوبہ سرحد کے دیگر مقامات کے دورے کا پروگرام ترتیب دیا جاتا۔

اس زمانے میں مجاہد ملت عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ حضرت علامہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ کو جب کبھی آلام ومصائب کا سامنا کرنا پڑتا تو فون پر مدیر اعلیٰ "الحسن" سے دعا کیلئے فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ کا بائی پاس کا آپریشن ہوا تو مدیر اعلیٰ "الحسن" ہر نماز کے بعد آپ کی صحت یابی کیلئے خصوصی دعا فرمایا کرتے اور سب حلقۂ عقیدت کو کہتے کہ نورانی صاحب کیلئے شفاء کاملہ کیلئے دعا کریں۔ مدیر اعلیٰ "الحسن" نے "جمعیت علماء پاکستان" کے صوبائی صدر کی حیثیت سے ہمیشہ نورانی صاحب کا بھرپور ساتھ دیا اور آپکے تمام فیصلوں کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہوئے ان پر پورا پورا عمل بھی کیا۔ اس جماعت کو بعض اوقات بڑے سخت امتحانات سے بھی گزرنا پڑا۔ خصوصاً مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق کا گیارہ سالہ دورِ مارشل لاء دینی وسیاسی رہنماؤں کیلئے بڑا تکلیف دہ تھا۔ اس عرصے میں بڑے بڑے اکابرین کے قدم ڈگمگا گئے اور وہ اپنی جماعتوں سے الگ ہو کر مارشل لاء حکومت کا حصہ بن گئے۔ مدیر اعلیٰ "الحسن" کو بھی نورانی صاحب سے جدا کرنے کیلئے پُرکشش عہدوں کی پیشکش کی گئی لیکن آپ نے انہیں پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے نورانی صاحب کے فیصلوں سے سرمو انحراف نہیں کیا جس سے نورانی صاحب کے دل میں بھی مدیر اعلیٰ "الحسن" کی قدر ومنزلت بڑھتی چلی گئی اور ایک موقع پر انٹرویو میں نورانی نے مدیر اعلیٰ "الحسن" کی مستقل مزاجی اور استقامت پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا۔[1]

---

[1]: نورانی صاحب نے ۳۰ مئی ۱۹۹۵ء کو پشاور میں راقم کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے یہ ارشادات بیان کئے تھے۔ اس وقت مدیر اعلیٰ "الحسن" کے بڑے صاحبزادے محترمی سید غلام السیدین قادری گیلانی اور جناب عبدالغفور گولڑوی (صدر جمعیت علماء پاکستان ضلع پشاور) بھی موجود تھے۔

''حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم، فاضل اور کامل ولی اللہ تھے۔ علماء اور مشائخ کے حلقوں میں یکساں مقبول تھے اسی لئے آپ کو سید الطائفہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایک شخص ان کی خانقاہ میں آیا اور چند دن وہاں گزارنے کے بعد ان سے واپسی کی اجازت چاہی تو آپ نے ان سے پوچھا۔ بھائی آپ نے اپنی آمد کی غرض وغایت بیان نہیں کی کہ کس مقصد کیلئے یہاں تشریف لائے تھے؟ وہ کہنے لگا حضرت! میں نے آپ کی بڑی تعریف سن رکھی تھی اور آپ کا مرید ہونے کیلئے یہاں آیا تھا۔ اتنے دن میں نے یہاں گزارے لیکن آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی لہٰذا واپس جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا بھائی! کیا تم نے مجھے کوئی ایسا کام کرتے دیکھا ہے جو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو تو وہ کہنے لگا نہیں ایسی تو میں نے کوئی بات نہیں دیکھی۔ تو پھر آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میرے بھائی اسے استقامت فی الدین کہتے ہیں اور یہ کرامت پر فوقیت رکھتی ہے لہٰذا تم بھی استقامت اختیار کرو اور کرامت کے طالب مت بنو''۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد علامہ نورانی صاحب فرمانے لگے ''الحمد للہ ہمارے سید امیر شاہ صاحب گیلانی بھی ایسی استقامت کے حامل ہیں اور آپ نے ہر موقع پر ایسی ہی استقامت کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے''۔

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر کی حیثیت سے نورانی صاحب کئی بار پشاور تشریف لائے۔ آپ کا قیام آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت میں ہوتا۔ آپ کی آمد سے یہاں عید کا سا سماں پیدا ہو جاتا۔ مدیر اعلیٰ، آپ کے اہل خانہ، بچے اور حلقۂ مریدین سب خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ گھر میں قسما قسم کھانے پکائے جاتے تو باہر آپ کے استقبال اور دورے کے دیگر لوازمات اور اہتمام کی تیاریاں مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کی نگرانی میں شروع ہو جاتیں۔ ان دوروں میں عموماً تین قسم کے پروگرام ہوا کرتے تھے۔

۱: ''جمعیت علماء پاکستان'' کے اراکین سے خطاب۔

۲: پریس کانفرنس سے خطاب۔

۳: رات کو عشائیے کا اہتمام جس میں مختلف سیاسی جماعتوں کے مقامی رہنما اور معززینِ شہر کو مدعو کیا جاتا۔ یہ محفل رات گئے تک جاری رہتی اور عوام و خواص نورانی صاحب کے بصیرت افروز ملفوظات سے مستفید ہوتے۔ یہ تینوں تقاریب آستانہ عالیہ پر ہی منعقد ہوا کرتی تھیں۔

راقم الحروف کو مدیرِ اعلیٰ ''الحسن'' کے کفش بردار کی حیثیت سے قائدِ ملتِ اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی سے ملنے، ہم کلام ہونے، خدمت کرنے، آپ کے افکار و خیالات اور خطبات سے بہرہ مند ہونے کے متعدد مواقع اکیس سال تک میسر آتے رہے۔ اس عرصہ میں نورانی صاحب کو قریب سے دیکھنے، سمجھنے اور آپ کی عظیم المرتبت شخصیت سے مستفید و مستفیض ہونے کا بار بار شرف حاصل ہوتا رہا۔ ان سطور میں احقر اپنے چند مشاہدات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

احقر کو حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی کی زیارت پہلی مرتبہ منگل کے دن ۱۶ اپریل ۱۹۸۲ء کو اس وقت ہوئی جب آپ مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، حضرت شیخ المشائخ خواجہ سرفراز صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف اور جناب صاحبزادہ سید اکرم شاہ صاحب گڑھی شریف کے ہمراہ آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت پشاور تشریف لائے۔ ظہر کی نماز یہیں پر ادا کی پھر کھانا تناول کرنے کے بعد ارباب سکندر خان خلیل شہید (سابق گورنر صوبہ سرحد) کی فاتحہ خوانی کیلئے تہکال بالا تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو اس وقت کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ضیاء الحق صاحب وہاں سے نکل رہے تھے۔

رات کو آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت شریف کے متصل جناب خلیفہ ضمیر الدین صاحب کے گھر پر مدیرِ اعلیٰ ''الحسن'' نے پریس کانفرنس کا اہتمام فرمایا تھا۔ نورانی صاحب نے کھل کر ملکی اور بین الاقوامی صورتحال پر روشنی ڈالی، صحافیوں کی طرف سے بھی بڑے دلچسپ سوالات کئے گئے جن کے نورانی صاحب نے نہایت مدلل جوابات دیئے۔ نورانی صاحب کی حاضر جوابی اور نکتہ آفرینی اپنی مثال آپ تھی۔ رات گیارہ بجے تک پریس کانفرنس جاری رہی لیکن چونکہ مارشل لاء کا دور تھا اور پریس پر پابندی تھی اس لئے یہ تفصیلات عوام کے علم میں نہ آسکیں۔

اگلے دن یعنی ۷ اپریل ۱۹۸۲ء، بروز بدھ دس بجے نورانی صاحب پشاور بار کونسل تشریف لے گئے۔ بار کونسل کے صدر جناب دوست محمد خان صاحب ایڈوکیٹ نے آپ کو بار کونسل سے خطاب کی دعوت دی تھی۔ وہاں پر وکلاء کے سامنے آپ نے ملکی اور بین الاقوامی حالات حاضرہ پر بصیرت افروز تقریر کی پھر سوال و جواب کا مرحلہ شروع ہوا۔ بعض وکلاء کی جانب سے بڑے مشکل اور چبھتے ہوئے سوالات بھی کیئے گئے جن کا علامہ شاہ احمد نورانی نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ آخر میں بار کونسل کی طرف سے چائے پیش کی گئی اور پھر وکلاء کے جلوس میں نورانی صاحب آستانہ عالیہ یکہ توت واپس پہنچے اور دوپہر کے کھانے پر مسلم لیگ، پیپلز پارٹی، نیشنل پارٹی اور کئی دیگر پارٹیوں کے رہنماوں کو بھی دعوت دی گئی تھی۔

اسی عرصہ میں ٹرکوں کا ایک قافلہ یکہ توت شریف پشاور پہنچا جس میں کمبل، خیمے اور اشیائے خورد و نوش لدی ہوئی تھیں۔ اس تمام سامان کا اہتمام جے یو پی نے افغان مہاجرین کیلئے کیا تھا۔ چنانچہ اسی روز بعد نماز ظہر تین بجے یہ قافلہ نورانی صاحب کی قیادت میں چارسدہ روڈ پر مقیم افغان مجاہد رہنما حضرت سید احمد شاہ صاحب گیلانی کے کیمپ پہنچا جہاں مجاہدین نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور ایک باوقار تقریب منعقد ہوئی جس میں مجاہدین نے ''جمعیت علماء پاکستان''، علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت عبدالستار خان صاحب نیازی اور مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر بڑی تعداد میں افغان علمائے کرام اور دینی مدارس کے طلباء بھی موجود تھے۔ چنانچہ نورانی صاحب نے عربی زبان میں تقریر کی جبکہ جناب نیازی صاحب نے فارسی میں خطاب کیا اور افغانستان کے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد و حریت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی اور مستقبل میں بھی انہیں ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔

نمازِ عصر اسی کیمپ میں مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کی اقتداء میں ادا کی گئی، چائے پینے کے بعد واپس آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور پہنچے۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد نورانی صاحب چوک شادی پیر پشاور میں دیوان صاحب جناب آل سیدی (جنرل سیکرٹری جے یو پی سرحد)

کی حویلی تشریف لے گئے۔ رات کے کھانے کا اہتمام انہوں نے کیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد سب لوگ جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی تشریف لائے جہاں خلیفۂ اول حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق ﷛ کی یاد میں ایک نورانی وروحانی تقریب منعقد کی گئی تھی۔ اس موقع پر مدیر اعلیٰ ''الحسن''، جناب عبدالستار خان نیازی اور حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی نے خلیفہ اول ﷛ کی سیرت اور اخلاق وکردار کے حوالے سے بصیرت افروز تقاریر فرمائیں اور یہ محفل رات بارہ بجے اختتام کو پہنچی۔

اگلے دن بروز جمعرات ۸ اپریل ۱۹۸۲ء کو نورانی صاحب مردان روانہ ہوئے۔ گاڑی کی ڈرائیونگ عبدالواحد صاحب قادری کر رہے تھے۔ اگلی سیٹ پر مجاہدِ ملت عبدالستار خان صاحب نیازی تشریف فرما تھے۔ نورانی صاحب ان کا بڑا احترام کرتے تھے اور ہمیشہ انہیں اگلی سیٹ پر بٹھایا کرتے تھے۔ پچھلی سیٹ پر جناب علامہ شاہ احمد نورانی، مدیر اعلیٰ ''الحسن'' اور صوفی محمد اسلم صاحب قادری نقشبندی بیٹھے ہوئے تھے۔ کئی دوسری گاڑیاں بھی تھیں جن میں جے یو پی کے اراکین تھے اور یوں ایک جلوس کی شکل میں نورانی صاحب مردان پہنچے، وہاں پر بھی بار کونسل سے خطاب کیا۔

جب سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک نوجوان وکیل کھڑا ہوا اور آپ کو انگریزی زبان سے نابلد عالمِ دین سمجھ کر پریشان اور شرمندہ کرنے کیلئے انگریزی میں سوال کر ڈالا۔ قائدِ اہلِ سنت جناب نورانی صاحب نے نہایت غور سے سوال سنا اور پھر انگریزی زبان میں اس کا مفصل جواب دیا۔ نورانی صاحب کی فصیح وبلیغ اور صحیح تلفظ کے ساتھ انگریزی تقریر سن کر تمام وکلاء برادری ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی کہ ایک باریش، سر پر کلاہ پہنے دینی جماعت کا سربراہ اس قدر عمدہ لب ولہجے کے ساتھ انگریزی بول سکتا ہے۔

بار کونسل میں چائے نوش کرنے کے بعد نورانی صاحب مردان کے معروف عالمِ دین حضرت علامہ مولانا فضلِ سبحان صاحب کے مدرسہ ''دار العلوم بغدادہ'' تشریف لے گئے جہاں دوپہر کے کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ یہاں سے نکل کر تحریکِ پاکستان کے سرگرم رہنما اور جلیل القدر اہلِ

... مدیر اعلیٰ ''الحسن'' اس مسجد کے خطیب تھے اور نمازِ جمعہ بھی پڑھایا کرتے تھے۔

سنت عالمِ دین حضرت علامہ مولانا مصلح الدین صاحب کی مسجد پہنچے اور جلسے سے خطاب فرمایا اور پانچ بجے جناب حاجی محمد صدیق صاحب (صدر جے یو پی مردان) کے حجرے (بکٹ گنج مردان) پہنچے جہاں انہوں نے عصرانے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ یہاں پر مدیرِ اعلیٰ "الحسن" کی اقتداء میں عصر کی نماز ادا کی گئی اور پھر پہلے حضرت علامہ عبدالستار خان نیازی نے خطاب کیا جبکہ آخر میں شاہ احمد نورانی صاحب نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی اور یہاں چائے نوش فرما کر واپس پشاور روانہ ہوئے۔

نماز مغرب راستے میں ہی پڑھی گئی اور رات ساڑھے آٹھ بجے آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور پہنچے۔ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد کھانا کھایا اور سو گئے۔ اگلے دن بروز جمعۃ المبارک صبح ناشتے کے بعد نورانی صاحب مدیرِ اعلیٰ "الحسن" کے حلقۂ عقیدت کے ساتھ گپ شپ لگا رہے تھے کہ دیوان صاحب کے گھرانے کے چند نوجوان آئے اور نورانی صاحب کے دستِ اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور پھر گیارہ بجے نورانی صاحب ایک جلوس کی صورت میں ائرپورٹ پہنچے۔ دونوں بزرگوار یعنی حضرت علامہ شاہ احمد نورانی اور عبدالستار خان صاحب نیازی ہم سب پر بڑی شفقت فرماتے ہوئے ملتان روانہ ہوئے۔

ان ایام میں دن رات کا ہر لمحہ نورانی صاحب کی معیت میں گزارنے اور خدمت کرنے کا موقع ملا، آپ کے گرانقدر افکار، خیالات اور خطبات سے مستفید ہونے کے علاوہ تنہائی میں بھی انہیں دیکھنے، سمجھنے اور بے تکلف ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ رات کو جس وقت بھی سوتے نماز تہجد کیلئے جاگ جاتے۔ یہ فقیر بھی اٹھ جاتا اور نورانی صاحب کیلئے چائے بناتا۔ آپ نماز تہجد سے فراغت کے بعد چائے نوش فرماتے اور پھر اپنے اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ نمازِ فجر کا وقت ہو جاتا تو فجر ادا کر کے پھر لیٹ جاتے اور ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ بیدار ہو کر اخبار دیکھتے پھر ناشتہ کر کے روزمرہ معمولات و مصروفیات کا آغاز کرتے۔

آپ بڑے پاک و صاف اور نفاست پسند انسان تھے۔ عطر باقاعدگی سے لگایا کرتے تھے، داڑھی رنگنے کیلئے عموماً پشاور کی مہندی استعمال کرتے تھے۔ ہر وقت ایک دلکش فطری مسکراہٹ آپ کے چہرے پر موجود رہتی جس نے آپ کی شخصیت کو بڑا دلآویز بنا دیا تھا۔ جب بولتے تو اپنی مدلل

گفتگو اور نکتہ آفرینی سے تمام مجمع کو اپنا ہم نوا بنا لیتے تھے۔

اسی طرح ایک بار پھر پشاور دورے پر تشریف لائے۔ آستانہ عالیہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور میں پارٹی کارکنوں سے خطاب کیا۔ رات کو عشائیے میں اہالیانِ پشاور اور سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کی۔ دوسرے دن پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ پھر خان عبدالغفار خان المعروف باچہ خان کی عیادت کیلئے لیڈی ریڈنگ ہسپتال پہنچے جو وہاں بولٹن بلاک میں زیرِ علاج تھے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد چارسدہ روانہ ہوئے۔ جہاں جسٹس عنایت اللہ صاحب[۱] نے آپ کے اعزاز میں عصرانے کا اہتمام کیا تھا۔ حسبِ معمول عبدالواحد صاحب قادری گاڑی چلا رہے تھے۔ یہاں پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ جب بھی نورانی صاحب پشاور تشریف لاتے اور آستانہ عالیہ قادریہ سے دورے کے سلسلے میں صوبہ سرحد کے دیگر مقامات کا سفر کرتے تو گاڑی کی ڈرائیونگ عبدالواحد صاحب قادری ہی کیا کرتے تھے۔ عموماً اگلی سیٹ پر مجاہد ملت عبدالستار خان نیازی بیٹھتے اور پیچھے ایک طرف نورانی صاحب اور دوسری جانب مدیر اعلیٰ ''الحسن'' تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ جسٹس صاحب نے اپنے حجرے میں بڑا شاندار اہتمام کر رکھا تھا۔ وہاں نورانی صاحب نے جے یو پی کا جھنڈا لہرایا اور جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔ نیازی صاحب نے بھی تقریر کی اور جسٹس صاحب نے تقریر کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سمیت جے یو پی میں شمولیت کا اعلان کیا۔

اسی طرح ۱۹۹۰ء/۹۱ء میں جب پہلی مرتبہ امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تو حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی نے جے یو پی کی طرف سے ملک بھر میں احتجاجی جلسے منعقد کئے۔ اس قسم کا ایک عظیم الشان جلسہ مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کی صدارت میں قصہ خوانی بازار پشاور میں ہوا جس سے خطاب کیلئے نورانی صاحب خصوصی طور پر پشاور تشریف لائے تھے۔ جونہی نورانی صاحب نے تقریر شروع کی تو بارش شروع ہوگئی۔ نورانی صاحب کے ولولہ انگیز خطاب نے حاضرین کے جذبات کو اس قدر گرما دیا تھا کہ وہ بارش کی حالت میں بھیگتے ہوئے آخر دم تک جلسہ گاہ میں موجود رہے اور آپ کی تقریر سنتے رہے۔

[۱] جسٹس عنایت اللہ صاحب سابق گورنر بلوچستان جناب لیفٹیننٹ جنرل عمران اللہ کے بھائی ہیں۔

جب ۱۹۹۴ء میں "ملی یکجہتی کونسل" کا قیام عمل میں آیا اور مذہبی جماعتوں نے حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کو اپنا صدر تسلیم کر کے تحفظِ ناموسِ رسالت مآب ﷺ کیلئے متفقہ طور پر جدوجہد شروع کی تو پاکستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں "ملی یکجہتی کونسل" کے اجتماعات شروع ہوئے۔ اس قسم کا ایک اہم اجلاس ۲۹ مئی ۱۹۹۵ء کو پرل کانٹی نینٹل ہوٹل پشاور میں ہوا، علامہ شاہ احمد نورانی ایک روز پہلے ۲۸ مئی کو پانچ بجے پشاور ائیر پورٹ پر اترے تو جے یو پی صوبہ سرحد کی طرف سے ایک بہت بڑے جلوس کی شکل میں آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور لائے گئے۔ یہ وہ دور تھا جب مولانا عبدالستار خان نیازی الگ ہو چکے تھے اور ان کی جگہ لیفٹیننٹ جنرل کے ایم اظہر صاحب جنرل سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ یہ بھی نورانی صاحب کے ساتھ تھے جبکہ پروفیسر شاہ فرید الحق، پیر اعجاز ہاشمی، سید شبیر ہاشمی ایڈیٹر "ندائے اہل سنت" اور صاحبزادہ سید اکرم شاہ صاحب ڈپٹی سیکرٹری بذریعہ روڈ پشاور پہنچے۔ تقریباً اکیس مذہبی جماعتوں کے قائدین اور دوسرے اراکین نے ۲۹ مئی کو نورانی صاحب کی صدارت میں اجلاس میں شرکت کی۔ رات کو مدیر اعلیٰ "الحسن" نے نورانی صاحب کے اعزاز میں آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور میں حسبِ معمول عشائیہ دیا جس میں "ملی یکجہتی کونسل" کے یہ تمام رہنما اراکین، ساداتِ پشاور، جے یو پی کے اراکین اور معززین پشاور بڑی تعداد میں موجود تھے۔

اگلے روز یعنی ۳۰ مئی کو صبح نو بجے آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور شہر سے نورانی صاحب ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے "دارالعلوم جنیدیہ غفوریہ" واقع انڈسٹریل اسٹیٹ حیات آباد پشاور پہنچے۔ وہاں تنظیم اہلِ سنت خیبر ایجنسی کے رہنماؤں اور معروف روحانی شخصیت حضرت شیخ گل صاحب مدظلہ العالی کے بھائی حاجی عبدالعظیم اور صاحبزادوں جناب عبدالمالک اور جناب نورالحق صاحب نے پُر جوش استقبال کیا اور دارالعلوم میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس سے نورانی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے عشقِ رسول اور تعظیمِ رسول ﷺ پر تقریر فرمائی۔ اس موقع پر صاحبزادہ نورالحق صاحب نے نورانی صاحب کی خدمت میں تحائف پیش کئے اور پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، مدیر اعلیٰ "الحسن" اور پروفیسر شاہ

فرید الحق صاحب نے دار العلوم کی وزیٹر بک میں اپنے تاثرات قلم بند کئے اور اس کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی اسلام آباد کیلئے روانہ ہوئے۔

پاسبانِ ملتِ اسلامیہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۱ء کو جامع مسجد الزرغونی حیات آباد پشاور تشریف لائے، جہاں جماعت اہلِ سنت خیبر ایجنسی کے سرپرست اور روحانی پیشوا حضرت شیخ گل کی سرپرستی میں افغانستان کے طالبان کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''عزمِ جہاد کانفرنس'' کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس سے متعدد علماء و مشائخ اور دانشوروں نے خطاب فرمایا۔ آخر میں نورانی صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جہاد پر جو تقریر فرمائی اس سے حاضرین پوری طرح جذبہ جہاد سے سرشار ہو گئے۔

علامہ شاہ احمد نورانی اس عظیم الشان کانفرنس سے بصیرت افروز خطاب کے بعد آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور تشریف لائے، صاحبزادہ سید اکرم شاہ صاحب اور علامہ نور الحق صاحب قادری (حال ممبر قومی اسمبلی خیبر ایجنسی) بھی آپ کے ہمراہ تھے۔۔ مدیر اعلیٰ ''الحسن'' نے اس موقع پر اپنی کتاب ''انوار غوثیہ شرح شمائل نبویہ'' کا نیا ایڈیشن نورانی صاحب کو پیش فرمایا۔ جو چوتھی مرتبہ ''شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور'' کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ علامہ نورانی نے اس کتاب کو بوسہ دیا اور پھر کھول کر اس کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے فرمایا

''ایک بزرگ نے مجھ سے پوچھا حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب گیلانی نے کوئی کتاب لکھی ہے؟ تو میں نے عرض کیا، حضرت نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں آپ کس کتاب کی بات کر رہے ہیں؟ تو وہ کہنے لگے، مجھے کتاب کا نام تو یاد نہیں لیکن میں نے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں ایک کتاب دیکھی جس پر سید محمد امیر شاہ صاحب کا اسم گرامی لکھا ہوا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے نہایت ہی محبت سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ تو میں (نورانی صاحب) نے ان سے عرض کی یقیناً یہ کتاب شمائل ترمذی کی شرح ''انوار غوثیہ'' ہے جو آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ملاحظہ فرمائی''۔

پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے نورانی صاحب نے فرمایا ''اگرچہ بعض دیوبندی حضرات نے

بھی شمائل ترمذی کا اردو میں ترجمہ کیا ہے لیکن ان میں وہ بات کہاں جو ''انوار غوثیہ'' میں ہے۔ پھر دیر تک ''انوار غوثیہ'' کے محاسن بیان کرتے رہے''۔

''جمعیت علماء پاکستان'' کے مرکزی انتخابات عموماً لاہور میں جے یو پی کے مرکزی دفتر ے سکندر روڈ عقب انٹرنیشنل ہوٹل لاہور میں ہوا کرتے تھے۔ جن میں چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے مرکزی وصوبائی عہدے دار اور مجلس عاملہ کے اراکین شامل ہوا کرتے تھے۔ ''جمعیت علماء پاکستان'' صوبہ سرحد کے ممبران مجلس عاملہ مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کی قیادت میں لاہور تشریف لے جاتے۔ مدیر اعلیٰ ''الحسن'' عموماً اس فقیر کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ متعدد مرتبہ مبصر کی حیثیت سے 'جمعیت علماء پاکستان' کے ان مرکزی اجتماعات میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ ملک بھر سے جید ترین علماء اہلِ سنت کا یہ روح پرور اجتماع قابلِ دید اور اپنی مثال آپ ہوا کرتا تھا۔ عشاقِ رسول ﷺ کے قافلہ سالار جہاں جمع ہوں اس محفل کی عظمت اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتا ہے یا پھر اہلِ محبت اور غلامانِ رسول ﷺ ہی اس کی قدر ومنزلت سمجھ سکتے ہیں۔

چنانچہ اجلاس کے دوران جب بھی نماز کا وقت آتا تو حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت بھری آواز بلند ہوتی ''امیر شاہ صاحب آگے آئیں اور نماز پڑھائیں'' پھر خود اقامت کہتے اور مدیر اعلیٰ ''الحسن'' امامت کرواتے۔ نورانی صاحب ہمیشہ ایسا ہی کرتے کہ جے یو پی کے اجلاس میں اگر مدیر اعلیٰ ''الحسن'' موجود ہوتے تو نورانی صاحب ہر نماز کیلئے باقاعدہ آپ کو بلاتے اور امامت کیلئے آگے کرتے۔ ایک مرتبہ نورانی صاحب کسی اجلاس میں موجود نہ تھے اور پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب قائم مقام صدر کی حیثیت سے اجلاس کی صدارت کر رہے تھے کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ یہ ظہر کی نماز تھی مدیر اعلیٰ ''الحسن'' نے ایک کونے میں تشریف فرما ہو کر سنتیں ادا کیں، اس عرصے میں چہ میگویاں شروع ہوگئیں کہ دیکھیں آج کون امامت کرواتا ہے۔ شاہ فرید الحق صاحب کیا کریں گے کس کو بلائیں گے؟ پچھلی صفوں میں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ پروفیسر صاحب نے بھی شاہ احمد نورانی صاحب کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا ''امیر شاہ صاحب آگے آئیں اور امامت کروائیں''۔ یوں نورانی صاحب نے باقاعدہ ایک روایت قائم فرما دی تھی کہ جے یو پی کے ہر اجلاس میں ہر نماز کی

امامت کے فرائض مدیر اعلیٰ "الحسن" ہی انجام دیا کرتے تھے اگر آپ وہاں تشریف فرما ہوتے۔

سفرِ آخرت: حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ عرصہ سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے۔ دو بار آپ کے دل کا آپریشن بھی ہو چکا تھا۔ پہلی بار ۱۹۷۸ء میں اور دوبارہ ۱۹۸۶ء میں بائی پاس ہوا تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ بڑے باہمت اور حوصلہ مند انسان تھے، ہر قسم کی دینی و مذہبی، سیاسی و سماجی اور علمی و ادبی اور تبلیغی سرگرمیاں باقاعدگی سے جاری تھیں۔ اکتوبر ۲۰۰۱ء میں "متحدہ مجلس عمل" کے چیئرمین اور پھر سینٹر منتخب ہونے کے بعد آپ کی ذمہ داریوں میں کئی گنا اضافہ ہو چکا تھا لیکن اس کے باوجود آپ کے رمضان المبارک کے معمولات میں کوئی فرق واقع نہ ہوا اور اس ماہِ اقدس میں آپ تمام مصروفیات چھوڑ کر کراچی پہنچ جایا کرتے اور جوانی سے نماز تراویح میں قرآن مجید سنانے کا جو سلسلہ وہاں شروع کر رکھا تھا۔ وہ اس سال بھی باقاعدگی سے جاری رکھا۔ البتہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کی رات کراچی سے پشاور تشریف لائے اور جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد صاحب کے بیٹے کا نکاح پڑھایا۔ عید الفطر کراچی میں گزاری اور پھر اسلام آباد پہنچ کر حسب معمول اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

گیارہ دسمبر ۲۰۰۳ء/۱۶ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز جمعرات پارلیمنٹ ہاؤس میں پریس کانفرنس سے خطاب کرنے کا پروگرام تھا۔ روانگی سے قبل وضو کر رہے تھے کہ دل کا دورہ پڑا۔ فوراً پولی کلینک اسلام آباد پہنچایا گیا لیکن اس دنیائے فانی میں آپ کا وقت پورا ہو چکا تھا چنانچہ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نمازِ جنازہ: صدرِ پاکستان جناب جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم میر ظفر اللہ خان جمالی صاحب کی ہدایت پر ایک خصوصی طیارے (سی ۱۳۰) کے ذریعے آپ کا جسد خاکی اسلام آباد سے کراچی پہنچایا گیا اور اگلے دن جمعۃ المبارک کو ساڑھے تین بجے نشتر پارک کراچی میں نماز جنازہ ادا کرنے کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ صبح سے کراچی کے مختلف علاقوں سے لوگ ٹولیوں کی شکل میں کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے نشتر پارک کی طرف روانہ ہوئے اور تین بجے نشتر پارک کھچا کھچ بھر چکا تھا۔

لیکن پھر بھی لوگ مسلسل چلے آ رہے تھے۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل سوگوار تھا گویا ہر ایک کا کوئی قریبی رشتہ دار، دوست یا شفیق و مہربان سرپرست رحلت کر چکا تھا۔

"متحدہ مجلس عمل" کی مرکزی قیادت، صوبہ سرحد و صوبہ سندھ کے وزرائے اعلیٰ، وفاقی و صوبائی وزراء قومی و صوبائی اسمبلی کے ممبران، تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے، اعلیٰ سول و فوجی حکام بیرونی ممالک سے اکابرینِ اہلِ سنت اور "ورلڈ اسلامک مشن" کے اراکین کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے عقیدتمند اور شمع رسالت مآب ﷺ کے پروانے جنازہ گاہ میں موجود تھے۔ نماز جنازہ ایک گھنٹے کی تاخیر سے ساڑھے چار بجے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ شاہ انس نورانی صدیقی مدظلہ العالی نے پڑھائی اور معروف بزرگ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ اور والدہ ماجدہ کے پہلو میں اس آفتابِ عالم تاب کو آخری آرام گاہ کے سپرد کر دیا گیا۔

کراچی والوں کا کہنا ہے کہ کراچی کی تاریخ میں تین جنازے ناقابل فراموش ہیں ان میں سے پہلا بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ تھا۔ پھر قائدِ ملت نوابزادہ لیاقت علی خان شہید کا اور اب یہ تیسرا قائدِ اہلِ سنت میر کاروانِ ملتِ اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ تھا۔ البتہ ان تینوں میں شریک ہونے والے بزرگوں کا بیان تھا کہ یہ آخری جنازہ تعداد کے لحاظ سے اوّل الذکر دونوں جنازوں سے بڑا اور تاریخی تھا۔

اخلاق و کردار: حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار کی صفاتِ حسنہ سے مالا مال تھے ایک اصول پسند عظیم انسان تھے۔ آپ کی شخصیت علم و عمل کی جامع تھی اور عمل میں اخلاص اور رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتے۔ دراصل آپ ہمیشہ اپنے نبی کریم رؤف رّحیم، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین ﷺ کی سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کرتے اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی حتی المقدور کوشش کرتے تھے۔ جس کی بدولت آپ کی شخصیت میں ایسا نکھار، حسن، دلکشی اور دل نشینی پیدا ہو گئی تھی جو مختلف مکاتبِ فکر میں آپ کی مقبولیت کا باعث بنی۔ یہی وجہ ہے کہ حلیف و حریف سب آپ کی خوبیوں اور اخلاق و کردار کی عظمت کے قائل اور

معترف ہیں۔ آپ کی سیرت و کردار کے چند نمایاں اوصاف کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے۔

عشق رسول ﷺ: پیارے محبوب ﷺ سے محبت نورانی صاحب کو اپنے اسلاف اور اساتذہ کرام و مشائخ عظام سے ورثے میں ملی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حبِ رسول ﷺ ان کی زندگی کا عنوانِ جلی نظر آتا ہے۔ آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ اور کامل محبت تھی جس کے باعث سرور کونین ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر ہستی، ہر جگہ اور ہر شے سے آپ کو پیار تھا۔ ہر ایک کے ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کا پورا پورا اہتمام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی تمام عمر یہی درس دیتے رہے۔

علامہ شاہ احمد صاحب نورانی ایک بہترین قانون دان بھی تھے، دنیا کے تمام قوانین کا آپ نے مطالعہ کیا تھا اور ان پر گہری نظر رکھتے تھے۔ لیکن یہ تمام قوانین آپ کی نظر میں ہیچ تھے صرف اور صرف "نظام مصطفیٰ ﷺ" ہی کی عظمت و رفعت کے دل سے قائل تھے اسی لئے جے یو پی کے دستور اور اغراض و مقاصد میں نفاذ نظام مصطفیٰ کی جدوجہد کو اولیت کا درجہ دیا گیا اور آپ نے ہی ۱۹۷۷ء کی تحریک میں نظام مصطفیٰ کے نعرے کو شامل کروا کے اسے عوام میں پزیرائی بخشی۔

آپ کی تمام دینی و سیاسی اور علمی و تبلیغی مساعی جمیلہ کا گہرا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کی عقیدت و محبت اور فکر و نظر کا محور و مرکز جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس تھی۔ جب ایم ایم اے قائم ہوئی تو بعض لوگوں کی طرف سے اسے "ملا ملٹری الائنس" کا نام دیا گیا لیکن نورانی صاحب کے علم میں جب اس کی یہ توجیح لائی گئی تو آپ نے فوراً اسے "مکی مدنی الائنس" کہہ کر یاد فرمایا۔ اس اتحاد کے متعدد اجتماعات پشاور میں منعقد ہوئے اور راقم الحروف کو جلسہ عام میں اس کے تمام اکابرین کی تقریریں سننے کا موقع ملا۔ یہاں بھی نورانی صاحب کی تقریر سب سے منفرد اور جدا ہوا کرتی تھی اور آپ کی ان خالصتاً سیاسی تقریروں میں بھی حبِ رسول ﷺ کی مہک موجود ہوا کرتی تھی جبکہ جے یو پی اور دینی اجتماعات کے مواقع پر اہلِ محبت کے مجمع کے سامنے جو خطاب فرمایا کرتے تو ان سے حاضرین کی مشامِ جاں معطر ہو جایا کرتی اور محبتِ رسول ﷺ کی شمع فروزاں ہو کر ان کے قلوب کو منور کر دیا کرتی تھی۔

وسیع القلبی: حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی اہلِ سنت کے بریلوی مکتبہٗ فکر کے ممتاز رہنما اور راسخ العقیدہ شخصیت تھے لیکن تنگ نظر اور متعصب نہیں تھے بلکہ بارگاہِ الٰہی کی طرف سے آپ کو کشادہ قلبِ سلیم عطا ہوا تھا۔ پھر جب آپ کو اسلام کی تبلیغ کیلئے دنیا کے ہر خطے میں جانا پڑا تو ہر قوم، ہر ملک، ہر نسل، ہر رنگ اور ہر مذہب کے لوگوں سے میل جول اور ان کی تہذیب وثقافت کا مطالعہ کرنے کے مواقع ملے جن سے نورانی صاحب کی وسیع القلبی میں بے پناہ اضافہ ہوا چنانچہ آپ نے نفرت وعداوت کی بجائے الفت ومحبت کو اپنا شعارِ زندگی بنایا۔

آپ اپنے مخالفین کے ساتھ بھی بڑی شفقت فرماتے چونکہ بنیادی طور پر ایک دینی جماعت کے سربراہ تھے اور علماء ومشائخ سے اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں اس لئے سب کے قدردان تھے اور ہر مکتبہٗ فکر کے علمائے کرام کے ساتھ وسیع القلبی کا مظاہرہ فرماتے۔ فرقہ واریت کے سخت خلاف اور اتحاد بین المسلمین کے قائل تھے اور ہمیشہ ملت اسلامیہ کو اتفاق واتحاد اور یکجہتی کا درس دیا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں جب بھی علمائے کرام ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوئے تو انہوں نے اپنی سرپرستی کیلئے آپ ہی کا انتخاب کیا۔ آپ نے بھی امامت وقیادت کا حق ادا کرتے ہوئے انہیں تسبیح کے دانوں کی طرح یکجا رکھا اور دریا دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں بکھرنے سے بچانے کی پوری پوری کوشش کی۔

فقر ودرویشی: علامہ نورانی صاحب کی فقر ودرویشی کی اس سے بڑی مثال اور کیا پیش کی جاسکتی ہے کہ پوری دنیا میں اسلام کی ترویج واشاعت کرنے والے، چھ دینی جماعتوں کے سربراہ، ایک بار ممبر قومی اسمبلی اور دو بار سینیٹر منتخب ہونے کے باوجود اس فقیر منش انسان کا اپنا ذاتی گھر تک نہ تھا۔ میرٹھ (انڈیا) میں بڑی جاگیر چھوڑ کر کراچی تشریف لائے۔ اگر چاہتے تو یہاں پر بھی جائیداد، دکانیں اور مکانات اپنے نام الاٹ کرواسکتے تھے۔ کیونکہ اس وقت کے تمام فوجی وسول افسران بالا کے ساتھ آپ کے والد گرامی مرتبت حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے گہرے مراسم تھے

لیکن آپ نے فقر و درویشی کو اپنایا اور کراچی میں ایک چھوٹا سا فلیٹ کرائے پر حاصل کرلیا اور اس عظیم رہنما نے تمام زندگی اس چھوٹے سے کرائے کے مکان میں بسر فرمائی۔ حالانکہ دنیا کے کئی ممالک کے حکمرانوں کے ساتھ آپ کے دوستانہ مراسم تھے ان کے علاوہ پوری دنیا میں آپ کے امیر ترین عقیدتمندوں کا حلقہ پھیلا ہوا ہے جو آپ کے صرف ایک اشارے پر ہر ملک میں آپ کیلئے عالی شان محلات تعمیر کرواسکتے تھے لیکن قائدِ اہلِ سنت اور میرِ کاروانِ ملتِ اسلامیہ نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی سنتِ مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے لئے فقر و درویشی کو پسند فرمایا اور اس مادی دور میں بھی اس سنت رسول ﷺ کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے یہ سبق دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی غلام آج بھی موجود ہیں جو دنیا میں رہتے ہوئے دولت و امارت اور مادیت پرستی سے الگ تھلگ رہ کر بھرپور انداز میں معاشرتی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ عصر حاضر میں یہی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ کے روشن مینار اور قابل تقلید رہنما ہیں۔

شگفتہ مزاجی: نورانی صاحب ایک تبحر عالم دین تھے لیکن خشک مزاج نہ تھے بلکہ شگفتہ مزاج انسان تھے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے، ہر وقت ایک دلکش مسکراہٹ آپ کے چہرے پر پھیلی رہتی۔ حسِ مزاح بھی وافر مقدار میں آپ کی شخصیت میں پائی جاتی تھی۔ حسب موقع جب دوسروں کے مزاح کا جواب دیتے تو محفل کی رونق دوبالا ہو جاتی۔ ایک مرتبہ وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار بھٹو بنگلہ دیش کے دورے پر گئے تو واپسی پر پان کا پورا ایک ٹوکرا لائے اور حضرت علامہ نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بطور تحفہ پیش کیا، آپ نے اسے قبول کرلیا۔ اس پر بعض ممبران قومی اسمبلی نے پیپلز پارٹی والوں سے کہا کہ بھٹو صاحب تمہارے لیڈر ہیں لیکن تحفہ وہ نورانی صاحب کیلئے لائے ہیں تو وہ کہنے لگے ہم تو نورانی صاحب کی طرح پان نہیں کھاتے۔ علامہ نورانی نے برجستہ جواب دیا ہم تمہاری طرح شراب بھی تو نہیں پیتے۔ یہ سن کر پورا اسمبلی ہال ہنستے ہنستے زعفران زار بن گیا۔

حق گوئی: یہ صفت تو آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ گزشتہ اوراق میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ یہ سرزمین انقلاب کی حیثیت سے شہرت رکھتی ہے اس نے ہماری قومی وملی تاریخ میں جرأت وبے باکی اور مردانگی وبے خوفی کا ایک نیا باب رقم کیا اور فرنگی کے جبر واستبداد کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کا آغاز میرٹھ چھاؤنی سے ہوا۔ میرٹھ کی یہ انقلابی اور ولولہ انگیز صفات نورانی صاحب کے خون میں موروثی طور پر چلی آرہی تھیں۔ نیز آپ سید الشہداامام عالی مقام حضرت امام حسینؓ کے جرأت وشجاعت سے بھرپور کردار سے بھی بے حد متاثر تھے اور اسوۂ شبیری سے روشنی حاصل کرتے ہوئے ہمیشہ ظالم وجابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۂ حق بلند کیا۔ اس ضمن میں چند تاریخی واقعات پیش خدمت ہیں۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد اقتدار جنرل یحییٰ خان کے پاس تھا اور حالات بڑے ہی کشیدہ تھے۔ پاکستان کی علیحدگی کی باتیں ہو رہی تھیں۔ یحییٰ خان نے درپیش حالات پر بات چیت کرنے کیلئے آپ کو دعوت دی۔ جب آپ اسے ملنے کیلئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ شراب کے جام پر جام چل رہے ہیں۔ آپ نے شریعت محمدیہ ﷺ کی اس کھلے عام خلاف ورزی پر بھرپور احتجاج کیا جس پر یحییٰ خان نے شراب پینی بند کر دی۔ پھر جب مذاکرات شروع ہوئے تو جنرل صاحب نے بعض سیاستدانوں کی شکایت کی کہ وہ مشرقی پاکستان میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کے خلاف ہیں جس پر نورانی صاحب نے انہیں فرمایا "جنرل صاحب آپ مؤذن نہیں ہیں کہ اذان دے دی اب جس کا جی چاہے تو مسجد آئے اور جو نہ آئے تو مؤذن بے چارہ ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لے سکتا۔ آپ تو اس ملک کے فوجی سربراہ ہیں، آپ کے پاس قوت ہے اگر آپ اکثریتی جماعت کو اقتدار منتقل کرنے میں مخلص ہیں تو پھر کوئی آپ کو روک نہیں سکتا اور نہ کسی سیاسی رہنما کی یہ جرأت ہے کہ وہ آپ کے فیصلے کی خلاف ورزی کر سکے۔ پٹھانوں کے بزرگ سیاستدان خان عبدالولی خان بھی وہاں موجود تھے۔ فوجی جنرل کے سامنے آپ کی یہ جرأت وبے باکی دیکھ کر انہیں خوشگوار حیرت ہوئی جس کا بعض

مواقع پر انہوں نے ذکر کیا اور اپنی یادداشتوں میں بھی یہ بات قلم بند کی ہے۔

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد پاکستان کی قومی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کی قیادت کرتے ہوئے آپ نے پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلے میں وزیر اعظم کا انتخاب لڑا حالانکہ دوسرے سیاسی رہنما بھٹو صاحب سے مقابلہ کرنے اور ان کے سامنے آنے سے جی چراتے تھے۔ پھر قومی اسمبلی میں اور اسمبلی سے باہر آپ نے قادیانیوں کے خلاف جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ ہماری دینی اور قومی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

جنرل ضیاء الحق صاحب نے جب جولائی ۱۹۷۷ء میں مارشل لاء نافذ کر کے حکومت پر قبضہ کرلیا تو اپنے اس فعل کو جائز ثابت کرنے کیلئے اسلام میں فوج کے سیاسی کردار کی اہمیت وافادیت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے دینی وسیاسی رہنماؤں کو اپنا ہمنوا بنانے کیلئے ان سے ملاقاتیں کرتا رہا۔ چنانچہ نورانی صاحب کے ساتھ ایک ملاقات میں بھی انہی خیالات کا اظہار کیا تو آپ نے خلفائے راشدین کے دور کی مثالیں پیش کرتے ہوئے جنرل ضیاء الحق صاحب کے نقطہ نظر کو غلط ثابت کیا اور انہیں بتایا کہ خلفائے راشدین کا دور ہمارے لئے مشعل راہ ہے اس مبارک دور میں جنگ کرنے یا نہ کرنے کی ہدایات فوج سول انتظامیہ سے لیتی رہی اور اس دور میں حضرت خالد بن ولید، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عمرو بن العاص جیسے عظیم فاتح عراق ومصر موجود تھے لیکن انہوں نے کبھی فوجی بغاوت نہیں کی بلکہ ہمیشہ سول حکومت کے احکامات کی پابندی کی لہٰذا اسلام میں فوج کا کوئی سیاسی کردار نہیں۔

الغرض ہر موقع پر نورانی صاحب نے کلمہ حق بلند کیا اور اس ضمن میں کسی جابر، ظالم حاکم یا قوت کی قطعاً پرواہ نہیں کی اور تمام عمر حق وصداقت کا پرچم سربلند رکھتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد فرمائی۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی ہی بلند مرتبت ہستیوں کے بارے میں فرمایا ہے

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ایک آوازِ حق جو خاموش ہوگئی

مدیر اعلیٰ

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمت کی رحلت کی خبرِ غم اندوہ پشاور پہنچی تو دل دھک سے رہ گیا اور اپنے کانوں پر یقین نہ آیا کہ کیا واقعی اس طرح اچانک داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے سفر دار البقاء اختیار کرلیا۔ ان کے والد گرامی بھی عین حج کے موقع پر میدان عرفات میں اللھم لبیک اللھم لبیک پکارتے ہوئے اپنا دم واپسیں فرشتہ اجل کے سپرد کر گئے تھے جبکہ یہ بھی شوال کے ماہ مبارک میں جمعرات کے یومِ سعید اور جمعہ کی شب راہی سفر دار آخرت ہوگئے۔

''خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را''

علامہ مرحوم طریقت وتصوف اور اہلِ سنت والجماعت کے پیکر وسردار تو تھے ہی مگر اسکے ساتھ ہی بھرپور سیاسی زندگی بھی گزاری اور عمر بھر عملی سیاست میں سرگرمی سے حصہ لیا مگر یہ حصہ اس طرح لیا کہ سیاست کی آلائشوں سے اپنے دامن کو پاک اور منزہ رکھا ہمیشہ صاف ستھری اور شفاف سیاست کی۔

نورانی صاحب بہت حلیم الطبع، منکسر المزاج اور مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے مگر اس کے ساتھ ہی جری، نڈر، اصولوں کے پکے اور بڑے سے بڑے آمر کے سامنے ڈٹ جانے والے انسان تھے۔ خداتعالیٰ کی طرف سے جامع الصفات شخصیت عطا ہوئی تھی۔ نہ صرف یہ کہ بیک وقت انگریزی لاطینی، فرنچ، جرمن، اطالوی، عربی، فارسی، عبرانی اور اردو کے ماہر تھے بلکہ اس کے ساتھ ہی یکساں طور پر انہیں دار العلوم دیوبند، الندوہ دہلی، علی گڑھ یونیورسٹی، عالمی اسلامی یونیورسٹی قاہرہ کا ریسرچ فیلو ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ انہوں نے ۱۹۷۲ء میں ورلڈ اسلامک مشن کی بنیاد دار ارقم مکہ مکرمہ میں رکھی۔ اس تنظیم کی خدمات پوری دنیا میں مسلمہ ہیں۔ اس تنظیم کے تحت ہر سال ہزاروں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی ''انٹرنیشنل اسلامک مشنریز گلڈ'' کے صدر بھی تھے۔

راقم الحروف کے ساتھ مرحوم کے تعلقات ذاتی سطح پر تھے اسلئے جب بھی پشاور تشریف لاتے ہمارے ہاں قیام فرماتے۔ بہت خوش گفتار اور بذلہ سنج طبیعت پائی تھی، انکی صحبت میں بیٹھنے والے کبھی اکتا نہیں پاتے تھے۔ غریب خانہ پر انکے اعزاز میں ایک دعوت جس میں مولانا یوسف قریشی سمیت

کئی مقامی علماء نے شرکت کی تھی کا اہتمام فرشی طور پر ہوا تو دیر تک کھانوں کی بہت تعریف فرماتے رہے۔ آخر میں دستر خوان سے اٹھے تو فرمایا فرشِ زمین پر دعوت کھا کر آج عرب کی یاد تازہ ہوگئی۔

آپ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ چھ مختلف دینی جماعتوں جن میں شیعہ، اہل حدیث غرض بھی مختلف فرقوں کے قائدین کو ملا کر سیاسی اتحاد قائم کیا۔ خود غیر متنازعہ مذہبی رہنما کی حیثیت سے نمایاں مقام کے حامل تھے اس لئے اس اتحاد کی سربراہی بھی انہی کے سپرد ہوئی۔ آج ان کی وفات کے بعد اس لئے یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ ملک میں جو دوسرا اپوزیشن اتحاد قائم ہوا تھا وہ یتیم ہو کر رہ گیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی مرحوم نے عملی سیاست کا آغاز ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے کیا تھا جب وہ کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۳ء میں ''جمعیت علماء پاکستان'' کے صدر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۷۰ء کے انتخابات کے بعد اپوزیشن ارکان کی تعداد بہت کم تھی، علامہ مرحوم اس اپوزیشن کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اہلِ سیاست کو علم ہے کہ ۱۹۷۳ء کا متفقہ آئین تیار کروانے میں انہوں نے مثالی کردار ادا کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم اس کمیٹی کی سربراہی کر رہے تھے جس نے یہ آئین بنایا۔ اگر علامہ اس کمیٹی کا حصہ نہ ہوتے تو اس ملک میں متفقہ آئین تیار کرنے اور اسے پارلیمنٹ سے پاس کروانے کا خواب شاید آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکتا۔ اس آئین کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ آئین میں ترمیم کی تجویز پیش کر سکتی ہے مگر اپنی کوئی تجویز مسلط نہیں کر سکتی۔ اس نظریاتی کونسل کو یہ اختیار دینے میں بھی مرحوم نے ایک منفرد موقف اختیار کیا تھا۔

علامہ شاہ احمد نورانی مرحوم نے ردِ قادیانیت اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ سے انہیں غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد میں مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ ۱۹۷۷ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف مہم چلی تو وہ اس تحریک کے روح رواں تھے۔ اس دور میں ''جمعیت علمائے پاکستان'' نے نظام مصطفیٰ کا نعرہ بلند کیا اور سات سال تک یہ نعرہ ایوان سے لے کر ملک کے چپہ چپہ اور گلی کوچوں میں گونجتا رہا۔ غرض آج ان کی کس کس بات کو یاد کیا جائے۔ ان کی اچانک اور بے وقت رحلت سے مذہبی حلقوں اور ملکی سیاست میں جو خلاء پیدا ہوا شاید تادیر پُر نہ ہو سکے

جانے والے تجھے رکھے گا زمانہ یاد برسوں

(بشکریہ روزنامہ ''مشرق'' پشاور)

آہ! مولانا شاہ احمد نورانی

(اداریہ روزنامہ ''مشرق'' پشاور)

مولانا شاہ احمد نورانی کی اچانک وفات ملک اور ملک سے باہر کروڑوں لوگوں کو سوگوار کر گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ؕ۔ اللہ کریم انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ مولانا مرحوم کی شخصیت اس قدر قد آور تھی کہ انکے تعارف کیلئے کسی تنظیم کی عہدیداری نہ ضروری ہے اور نہ انکے قد کاٹھ پر پورا اترتی ہے۔ انہوں نے کبھی کوئی سرکاری عہدہ قبول نہیں کیا، انکی وفات سے اپوزیشن کا ایک بڑا اتحاد مجلس عمل ایک قد آور شخصیت کی رہنمائی سے محروم ہو گیا ہے۔ انکی وفات سے پہلے اے آر ڈی کے بزرگ سیاستدان نوابزادہ نصر اللہ خان کی وفات کے باعث ایک قد آور شخصیت کی قیادت سے محروم ہو چکی ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی دین و دنیا کے مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ سے وہ ہر رمضان المبارک میں تراویح پڑھاتے تھے۔ ان کی سیاسی مصروفیات کبھی اس معمول میں حائل نہ ہوئیں۔ گزشتہ ۳۴ برس سے وہ ملک کی سیاست میں اہم کردار ادا کر رہے تھے اور وفات کے وقت وہ دینی جماعتوں کے سیاسی اتحاد کے سربراہ تھے۔ مولانا نہ صرف متبحر عالم دین تھے بلکہ بزلہ سنجی اور حاضر جوابی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہیں سترہ زبانوں پر عبور حاصل تھا جن میں عربی انگریزی اور فرانسیسی بھی شامل ہیں۔

مولانا کی سحر کار شخصیت ہر مخاطب کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھی لیکن انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں دینِ متین کی خدمت کیلئے استعمال کیں۔ ان کے ہاتھ پر سینکڑوں غیر مسلموں نے بیعت کی اور اسلام قبول کیا۔ ان کی رحلت سے نہ صرف ''متحدہ مجلس عمل'' ایک قد آور سربراہ سے محروم ہو گئی ہے بلکہ ملک کی سیاست کا مجموعی طور پر ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی کی میانہ روی ملک کی سیاست کی مجموعی طور پر رہنمائی کرتی تھی۔ انہوں نے جو روایات چھوڑی ہیں امید ہے کہ ان کی روشنی میں سیاستدان جمہوری سیاست کو آگے بڑھائیں گے۔ ان کی یاد تا دیر دلوں کو گرماتی رہے گی۔ اللہ کریم ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر فضل و مہر فرمائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقاصد کے حصول کے تقاضے

(اداریہ روزنامہ ''جنگ'' راولپنڈی)

مولانا شاہ احمد نورانی کی رحلت سے نہ صرف پاکستانی قوم بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ ایک عظیم دینی رہنما، مبلغِ اسلام اور سیاسی مدبر سے محروم ہو گئی --- اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول کرے اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کے پسماندگان میں محض ان کے اہلِ خانہ نہیں بلکہ پوری قوم شامل ہے اور قوم کا ہر فرد ان کی جدائی پر غم زدہ ہے۔ حکمرانوں اور ہر طبقۂ فکر کے سیاستدانوں اور دینی رہنماؤں نے ان کے انتقال پر شدید رنج و ملال کا اظہار کرتے ہوئے ملک و ملت کی بہتری کی خاطر ان کوششوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔

صدر مملکت نے اپنے تعزیتی بیان میں قومی سیاست میں ان کے کردار کو پُر زور الفاظ میں سراہتے ہوئے کہا کہ ان کے انتقال سے ملک ایک اہم سیاستدان، مذہبی اسکالر اور مدبر سے محروم ہو گیا اور یہ خلا آسانی سے پُر نہیں ہو سکے گا۔

وزیر اعظم نے اپنے پیغام میں مرحوم کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کی شرافت اور معاملہ فہمی کو دیر تک یاد رکھا جائے گا۔ وزیر اعظم نے اعتراف کیا کہ مرحوم نے ملکی سیاست میں مفاہمت کیلئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ حکمران مسلم لیگ کے صدر اور پارلیمانی لیڈر چوہدری شجاعت حسین نے ملک میں ایک سال سے جاری آئینی بحران کے حل کیلئے مرحوم کی خدمات کے حوالے سے بتایا ہے کہ وہ آخری وقت تک اس سلسلہ میں اتفاق رائے

کیلئے کوشاں تھے۔

مولانا فضل الرحمٰن، قاضی حسین احمد اور مجلس عمل میں شامل دوسری جماعتوں کے قائدین کیلئے تو ان کی جدائی بہر صورت ایک عظیم سانحہ ہے کہ انہیں اپنی جمہوری جدوجہد کے اس مرحلہ پر مولانا نورانی جیسی معاملہ فہم اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کی اعلیٰ صلاحیت کی حامل شخصیت کی انتہائی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کا بھرپور اظہار ان کے بیانات سے ہو رہا ہے لیکن مولانا نورانی کی خدمات کے اعتراف میں ان کے علاوہ بھی تمام سیاسی اور مذہبی مکاتبِ فکر یکساں طور پر ہم زبان ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اخلاص اور دردمندی کسی کے نزدیک متنازع نہیں ہے۔

پیپلز پارٹی، مسلم لیگ، متحدہ قومی موومنٹ، تحریک انصاف، ملت پارٹی، مہاجر قومی موومنٹ اور عوامی تحریک سمیت ملک کی پوری سیاسی اور دینی قیادت نے ملک قوم کی بہتری، اسلام کے فروغ اور جمہوری اقدار کی ترویج کیلئے مرحوم کی مخلصانہ خدمات کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔

ملک کے عوامی حلقوں میں ان کے انتقال پر صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے اور کروڑوں پاکستانیوں میں سے ہر ایک کے نزدیک یہ اس کا ذاتی غم ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے تمام سوگوران کو صبر جمیل اور ان جمہوری اور آئینی بالادستی کے اصولی مقاصد کی تکمیل کیلئے جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا نورانی بیک وقت جدید وقدیم علوم پر دسترس رکھنے والے اور دین کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کے تقاضوں سے بھی پوری طرح باخبر منفرد عوامی لیڈر رہتے۔ ملک میں اسلامی، آئینی اور جمہوری اقدار کا فروغ ان کا مشن تھا اور اس کیلئے وہ پوری طرح باخبر منفرد عوامی لیڈر رہتے۔

ملک میں اسلامی، آئینی اور جمہوری اقدار کا فروغ ان کا مشن تھا اور اس کیلئے وہ پوری زندگی جدوجہد کرتے رہے۔ آمریت سے انہوں نے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ مسلک، زبان اور علاقے کی بنیاد پر قومی یکجہتی کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کی انہوں نے بھرپور مزاحمت کی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کامیابی حاصل کر کے وہ قومی اسمبلی کے رکن بنے اور اس کے بعد سے دینی امور کے ساتھ ساتھ جس میں دنیا کے ساٹھ سے زیادہ ملکوں میں اسلام کی تبلیغ کا کام بھی شامل

ہے جس کے نتیجے میں ہزاروں افراد نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

سیاسی معاملات میں بھی قوم کی بھرپور رہنمائی کرتے رہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کی شکل میں ملک کیلئے متفقہ دستور کی تیاری میں ان کا کردار بہت نمایاں ہے۔ قادیانیوں کو خارج از اسلام قرار دینے اور ختم نبوت کے متعلق قانون سازی میں بھی انہوں نے بنیادی کردار ادا کیا۔

اس کے بعد تمام ادوار حکومت میں وہ جمہوریت کے فروغ واستحکام کیلئے کوشاں رہے۔ ملک سے فرقہ واریت کے خاتمہ کیلئے مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں نتیجہ خیز کوششیں ہوئی۔ ان ہی کے نتیجہ میں میں پہلے "ملی یکجہتی کونسل" اور پھر "متحدہ مجلس عمل" کی صورت میں متحد ہو کر گزشتہ انتخابات میں زبردست کامیابی حاصل کی۔

مرکز میں ایک بڑی پارلیمانی جماعت کی حیثیت حاصل کرنے کے علاوہ صوبہ سرحد میں دینی جماعتوں کا یہ اتحاد کسی دوسری جماعت کے اشتراک کے بغیر اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہوا جبکہ بلوچستان میں اس نے مسلم لیگ کے ساتھ مخلوط حکومت میں شرکت کی۔ اس طرح مولانا نورانی کی قیادت میں دینی جماعتوں کے اتحاد سے اس تاثر کا بھی ازالہ ہو گیا کہ دینی قوتیں فرقہ واریت کا شکار ہیں اور ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔

"متحدہ مجلس عمل" کی اس پارلیمانی پوزیشن نے آئین اور پارلیمنٹ کی بالادستی کی جدوجہد میں نہایت اہم کردار ادا کرنے کا موقع دیا۔ مولانا نورانی کی قیادت میں مجلس عمل نے عسکری قیادت سے جمہوری طاقتوں کے آئینی معاملات پر اختلافات کو احتجاج اور تشدد کی بجائے بات چیت اور افہام و تفہیم سے طے کرنے کی مدبرانہ راہ اختیار کی۔

ایک سال تک جاری رہنے والے مذاکرات میں بار بار نہایت صبر آزما مراحل آئے لیکن مجلس عمل نے مولانا نورانی کی سربراہی میں کام کرتے ہوئے تحمل اور بردباری کی روش اپنا کر معاملات کو تشدد کی راہ پر جانے سے روکے رکھا۔

آن قدح بشکست وآن ساقی نماند

محمد شاہد دود ایڈووکیٹ

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

مقررِ خوش الحان --- فصیح البیان --- بلیغ اللسان ---- اتحادِ امت کا واحد نشان --- اہلِ سنت کی آن --- حق وصداقت کا ترجمان --- میدانِ سیاست کا بے عدیل پہلوان --- علم وحلم کی کان --- رفیع الشان --- مملکتِ خداداد پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا پاسبان --- نقیبِ سُنیان خیبر تا مہران --- وطنِ عزیز کیلئے ربِّ قدیر کا بے بہا ارمغان --- خطیبِ اعظم ہندو پاکستان --- آسمانِ تصوف کا ماہِ تابان --- سپہر علم وعمل کا شمسِ ضوفشان --- مردِ حق بیان --- انعام الرحمٰن --- اللہ جل جلالہ کا احسان --- قاریٔ قرآن --- مدحت گزارِ صاحب قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) --- لسان الحسان --- ختم نبوت کا نگہبان --- گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان --- جس کے حق میں مرد وزن رطب اللسان --- جس کے اپنے اور پرائے سب ہی قدردان --- گویا ہر ایک کا مان --- جس کا حسین حیات عالیشان --- جس کا سفرِ آخرت عظیم الشان --- جس کے غم میں رنجور پیر وجوان

جس کے خضرِ راہ غوث الصمدانی ---- خوشبوئے اتحاد کی عنبر فشانی --- تاریکیٔ سیاست میں فانوس سبحانی، زعیم اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا حافظ قاری الشاہ احمد نورانی علیہ الرحمت الباری، جن کی ہشت پہلو زندگی تو قلمکار کی نوک قلم پر سدا ہی رہی لیکن آج کی اس ہستی رنگ وبو سے رخصتی پر قلم ان کو ''مرحوم'' لکھنے پر ملول اور افسردہ ہے۔ وہ اس لئے کہ آپ وقت کی کڑی دھوپ میں ٹھنڈی چھاؤں کی مانند تھے۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سرمدی نعرہ لگانے والوں کی خواہشات اور تمناؤں کا محور تھے اور سب سے بڑھ کر ارباب بست وکشاد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق موقف بیان کرنے والے مردِ حق پرست تھے، گویا

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی | ہائے کیا لوگ تھے جو دامِ اجل میں آ گئے

بیسویں صدی عیسوی کے اس عظیم مردِ درویش نے ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ بمطابق یکم اپریل ۱۹۲۶ء کو موسم بہار میں میرٹھ کے مقام پر حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی علیہ الرحمت کے آنگن کو عطر بیز کیا۔ آپ کے والد موصوف کشتۂ عشق و وفا اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد ہی سے حاصل کی۔ فقط ۹ برس کی کمسنی میں رب کریم جل جلالہ نے اپنی آفاقی کتاب سینے میں اتار دی۔

نیشنل عربک کالج میرٹھ، الہ آباد یونیورسٹی اور مدینہ طیبہ سے اکتساب علم کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد ذی وقار کے دست گرفتہ و ماذون تھے۔ آپ کے والد عظیم مبلغ اسلام تھے جن کے دست حق پرست پر ستر ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ شاید والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ محاسن و خصائص کو اپنے اندر مجتمع کرنے کی آپ نے ٹھان لی تھی کیونکہ عنفوانِ شباب ہی سے دینِ اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں میں عملی طور پر حصہ لینا شروع کر دیا تھا، بقول اقبال

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو | پھر پسر قابل میراثِ پدر کیوں کر ہو

چنانچہ ۱۹۵۳ء میں تحریکِ ختم نبوت میں اس وقت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جب نوخیز مملکت خداداد میں فتنۂ قادیانیت عروج پر تھا۔ ۱۹۵۶ء سے لے کر ۱۹۶۴ء تک مختلف یورپی، افریقی، ایشیائی اور امریکی ممالک کے تبلیغی دورے کیے۔ اسی دوران ۱۹۶۲ء میں قطب مدینہ حضرت علامہ فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمت کی دختر فرخندہ اختر کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

۱۹۶۸ء میں علامہ موصوف نے ''اسلامک ریویو'' لندن کے قادیانی ایڈیٹر سے ٹرینی ڈاڈ میں ساڑھے پانچ گھنٹے کا مناظرہ کر کے بالآخر اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۹۷۲ء میں ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی بنیاد رکھی جبکہ اس سے پیشتر ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مقام پر حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کو ''جمعیت علماء پاکستان'' کا بھی سربراہ منتخب کر لیا گیا۔ اول الذکر خالصتاً تبلیغی مشن تھا جبکہ موخر الذکر کو ملک کی عملی سیاست میں بھرپور کردار ادا کروانے کا سہرا علامہ موصوف ہی کے سر ہے۔

آپ دونوں متذکرہ اداروں کے تادمِ آخر سربراہ اور روح رواں رہے۔

۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۷ء میں دو مرتبہ بالترتیب کراچی اور حیدر آباد سے رکن قومی اسمبلی اور ۱۹۷۵ء اور ۲۰۰۳ء میں یعنی دو ہی مرتبہ سینیٹر بھی منتخب ہوئے۔ اس لحاظ سے آپ کو ایوان بالا و ایوان زیریں دونوں کی دو دو مرتبہ رکنیت کے حصول کا اعزاز بھی حاصل ہے جو وطن عزیز کے کم ہی سیاستدانوں کے حصہ میں آیا ہے۔ اتنے عروج اور اوج کے باوجود آپ کی طبیعت میں فقر، عاجزی اور منکسر المزاجی بدرجہ اتم موجود تھی گویا آپ اقبال کے اس شعر کی مجسم تفسیر تھے کہ

قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال | یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں

اس ملک کی چھپن سالہ تاریخ کا ایک افسوسناک مشاہدہ یہ بھی ہے کہ یہاں اکثر سیاستدانوں نے خواہ وہ مقتدرہ تھے یا غیر مقتدرہ، اپنی شکم پروری کا خوب سامان کیا بلکہ سیاستدان تو سیاستدان ان کے اردگرد زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگانے والوں نے بھی اس گنگا میں ہاتھ دھونے کے "سنہری مواقع" ضائع نہ ہونے دیئے۔ اس عالم دیجور میں حضرت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے نقشے پر جبلِ استقامت کے طور پر دکھائی دیتے ہیں جنہوں نے اور تو اور زندگی کے ۵۴ برس کرائے کے دو کمروں کے فلیٹ میں گزار دیئے۔

آپ نے اپنے قول و فعل سے ثابت کیا کہ انسان قناعت پسندی اور خودداری کی شاہراہ پر گامزن ہو کر مملکتوں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکمرانی کر سکتا ہے۔ قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر بھر وابستگی نبھائی۔ ۶۵ برس ہجوم عاشقان نے آپ کی اقتداء میں رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں نماز تراویح ادا کی۔ متحدہ مجلس عمل ۲۰۰۲ء کے عام انتخابات میں کافی حد تک کامیابی حاصل کرنے کے بعد مرکز، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں حکومتیں بنانے کے چکر میں جس وقت مگن تھی عین اسی عالم میں رمضان المبارک کا مہینہ جب شروع ہوا تو اتحاد کا چیئرمین ہوتے ہوئے بھی علامہ نورانی نے اس مقدس مہینے کے اہتمام کو اقتدار کی رسہ کشی پر ترجیح دی۔

اس سے بڑھ کر عظمت کردار کیا ہو سکتی ہے۔ بالیقین حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان

علماء ملتی کانبیآء بنی اسرائیل ایسے ہی علماءِ حق سے متعلق ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ پشاور میں ''متحدہ مجلس عمل'' کے زیر اہتمام منعقد ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے کے بعد آپ مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کے در دولت پر حسب معمول تشریف لائے تھے تو سید نورالحسنین قادری الگیلانی المعروف سلطان آغہ صاحب جو کہ جلسہ مذکورہ میں ان کے ہمراہ موجود تھے، نے آپ سے استفسار کیا کہ آپ نے دیگر اکابرینِ اتحاد کی مثل جنرل پرویز مشرف کو برا بھلا کیوں نہ کہا؟ جواباً علامہ نورانی نے فرمایا کہ وہ لوگ جنرل صاحب کو بار بار لعنتی کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے ایک حدیث مبارکہ عربی متن کے ساتھ سنائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی کو لعنتی کہا جائے اور رب تعالیٰ کی نظر میں وہ شخص لعنت کا مستحق نہ ہو تو لعنت بھیجنے والے پر لوٹتی ہے۔

حدیث شریف آپ کا زمانہ طالب علمی ہی سے مرغوب مضمون تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواعظِ حسنہ احادیث نبوی سے سدا مزین ہوتے۔ ایک درجن سے زائد زبانوں کے عالم تھے جو زبان بھی بولتے، اہل زبان کی مانند بولتے۔ انہی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر تمام سیاسی زندگی میں نجدیوں اور دیوبندیوں کے بھی امام رہے۔ گویا جن مسلمہ عقائد کی مذکورہ طبقات ہمیشہ سے نفی کرتے آئے، نورانی صاحب کی سیادت و امامت قبول کر کے انہوں نے ان حقیقی سنی نظریات کو بالواسطہ قبول کر ہی لیا۔ اسی وجہ سے آپ کو ''قائدِ ملتِ اسلامیہ'' کہا اور مانا جاتا ہے۔

پیر ۱۸ مارچ ۲۰۰۲ء کو مدیر اعلیٰ ''الحسن'' کے ہاں آستانہ عالیہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ پر ''جمعیت علماء پاکستان'' کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ راقم سمیت جملہ حاضرین و سامعین کا خیال تھا کہ نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مہمان خصوصی تھے سیاسی گفتگو فرمائیں گے۔ چونکہ محرم الحرام کے مغموم ایام تھے تو نورانی صاحب علیہ الرحمت نے بجائے سیاسی تقریر کے ''رسمِ شبیری'' کے موضوع پر اپنے عالمانہ اور خطیبانہ سحر سے جملہ حاضرین کو مسحور کیا۔ وعظ فرمانے کے بعد بیٹھے نہیں بلکہ اختتام عربی اور اردو زبانوں میں درود و سلام کے خوبصورت اشعار سے فرمایا۔ خدا گواہ ہے کہ عشق و مستی کے دریا میں غوطہ زن ہو کر ایک ایک شعر ادا فرما رہے تھے۔ دل کی دھڑکنوں سے دعا نکلی کہ باعثِ تخلیق

کائنات ﷺ کی غلامی کا طوق رکھنے والی ایسی فقیر طبع قیادت اگر اس ملک کو نصیب ہو جائے تو ہچکولے کھاتا سفینہ یقیناً ہمکنارِ ساحل ہو گا لیکن رب کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

بہت کچھ کرنے والے نورانی صاحب کو ابھی ''سُن'' سنیوں کیلئے اور بھی بہت کچھ کرنا تھا۔ انتہائی افسوسناک بات تو یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل روزنامہ ''جنگ'' کیلئے اپنے ایک مفصل انٹرویو میں ایک بات واضح کر چکے تھے کہ ان کے بعد جمعیت علماء پاکستان کی سیکنڈ لائن لیڈر شپ ہے ہی نہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے ایک چھوٹے سے جملہ میں ایک بہت بڑی بات فرما کر دراصل سنیوں کے اتحاد کا ارمان کیا تھا ''بڑی بڑی صلاحیتوں ساتھی بکھر کر قیادت کے صحراؤں میں بھٹک رہے ہیں''۔

فی الحقیقت یہی ہمارا المیہ ہے کہ آج دیگر کئی ایک سیاسی جماعتوں کی طرح جے یو پی کے بھی بکھرے ٹکڑے ہو کر علمائے حق کی اس جماعت کے دوسرے حصوں، جماعت اہلسنت، مرکزی جماعت اہلسنت، عالمی تنظیم اہلسنت اور پتہ نہیں کن کن دلکش ناموں سے منتشر نظر آرہے ہیں۔

محراب ومنبر اور مسجد و مصلیٰ کے اس حقیقی امین کی روشن آنکھوں کو اقتدار کی مصنوعی چمک کبھی بھی باندیا خیرہ نہ کر سکی۔ اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنی مصروف ترین زندگی میں صوم و صلوٰۃ سے کبھی بھی غافل نہ رہے۔ وصال سے چار روز پیشتر یعنی ۷ دسمبر ۲۰۰۳ء کو جید علمائے اہل سنت کی موجودگی میں پیر طریقت رہبر شریعت سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی (سرپرست اعلیٰ ماہنامہ ''کاروانِ قمر'' کراچی) کی دختر نیک اختر کا نکاح پڑھایا۔ یہ حضرت کی آخری نکاح خوانی تھی۔ ٹھیک چار روز بعد علم وعمل کی دنیا کا یہ روشن ومنور چراغ ۷۶ برس کی نور افشانی کرنے کے بعد ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا۔ آپ کی عظیم الشان نمازِ جنازہ آپ کی سعادت مندی اور برگزیدگی مخالف و موافق ہر ایک پر واضح کر دی۔ انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں ہر طبقہ فکر کے لوگوں کی موجودگی آپ کی سیادت وقیادت پر الٰہی مہر ہے۔ ہم ان کے حضور کیا پیش کر سکتے ہیں بجز ان دعائیہ الفاظ کے کہ

الٰہی ان کی تربت خلد زار نور ہو جائے
نسیم شہر خاموشاں شمیم طور ہو جائے

باتیں ان کی یاد رہیں گی

گل محمد فیضی

مولانا شاہ احمد نورانی کو میں نے پہلی بار ۱۹۷۱ء میں دیکھا۔ وہ ''جمعیت علماء پاکستان'' کی پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں شرکت کیلئے سرگودھا تشریف لائے تھے۔ اس وقت ''جمعیت علماء پاکستان'' کے صدر شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہی کی قیادت میں جمعیت نے عام انتخابات میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی کی سات نشستیں حاصل کیں۔ ان میں سے تین جھنگ سے، تین کراچی سے اور ایک مظفر گڑھ سے تھی۔ اس اجلاس میں جمعیت کے دستور پر نظر ثانی اور آئندہ کا سیاسی لائحہ عمل طے کرنا تھا۔ مولانا نورانی زیادہ تر خاموش ہی رہے تاہم وہ پان مسلسل کھاتے رہے۔ دستور کے بارے میں زیادہ گفتگو ظہور الحسن بھوپالی شہید اور دیگر احباب کرتے رہے۔

میں نے ۱۹۷۸ء میں کراچی میں ظہور الحسن بھوپالی مرحوم کے ساتھ ہفت روزہ ''افق'' میں کام شروع کیا تو مولانا نورانی کی قربت حاصل رہی۔ بعد ازاں ''نوائے وقت'' کراچی (۱۹۷۹ء) سے وابستہ ہوا تو وقتاً فوقتاً ان سے بات چیت اور انٹرویوز کا موقع ملتا رہا۔ مولانا شاہ احمد نورانی ایک بلند پایہ مقرر، صاحب بصیرت سیاسی رہنما اور ممتاز عالم دین تھے۔ ان کی سیاست پر بڑی گہری نظر تھی، ملکی اور عالمی حالات سے باخبر رہتے۔ عربی فارسی، انگریزی، اردو، سواحلی کے علاوہ متعدد زبانیں روانی سے بولتے تھے۔ ۱۹۷۰ء کی قومی اسمبلی میں انہوں نے جب شستہ انگریزی میں اپنی تقریر کی تو بیشتر لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی تھی، جو لوگ قومی اسمبلی کی کاروائی میں دلچسپی لیتے رہے ہیں وہ مولانا کی حاضر جوابی سے خوب واقف ہیں۔ ان کی اسی ادا سے ان کے مخالفین بھی محظوظ ہوتے تھے۔

مولانا نورانی کا خاندان تحریک پاکستان میں پیش پیش تھا۔ ان کے والد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کو قائداعظم نے تحریک پاکستان کا پیغام بیرون ملک پہنچانے کیلئے مختلف ممالک کے دورے پر بھیجا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا نورانی کو پاکستان سے بے پناہ محبت تھی اور وہ ساری زندگی یہاں نظام

مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے سرگرم عمل رہے۔ ایک مرتبہ (ہم) جماعت اسلامی کے رہنما پروفیسر غفور سے انٹرویو کیلئے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر مولانا نورانی کے ہاں جانے لگے تو پروفیسر صاحب نے ازراہِ تفنن کہا میرے ہاں سے مچھلی کھائی ہے مولانا کے ہاں سے میرٹھ کا گڑ کھانا۔ ہم نے جا کر مولانا سے عرض کیا تو کہنے لگے آپ میرٹھ کے گڑ کو بھول جائیں اب تو پاکستان کے گڑ کی بات کریں۔

کراچی میں مولانا نورانی کی صحافیوں کے اعزاز میں افطار پارٹی ایک یادگار تقریب ہوتی تھی۔ جن اخبار نویسوں کو اس میں مدعو کیا جاتا وہ ساری مصروفیات چھوڑ کر آتے۔ مولانا خود کھانا لاتے، ہر ایک کو پیش کرتے، اخبار نویس مختلف سوال کرتے مگر مولانا ٹال دیتے اور فرماتے یہ صرف افطاری ہے، اس کی خبر کی ضرورت نہیں۔ بہر حال گپ شپ میں خبر تو بن ہی جاتی۔

مولانا کراچی میں ہوتے تو عصر کے بعد عام ملاقات کرتے۔ اس دوران سبز چائے خود بنا کر ہر آنے والے کو پیش کرتے، ان کو سنتے اور اپنی سناتے۔ ہر آنے والے کے ساتھ بڑی محبت سے ملتے۔ جس سے نہ ملنا ہوتا اسے صاف کہہ دیتے۔ مولانا نورانی مصلحت پسند اور لگی لپٹی والے انسان نہیں تھے۔ ہر بات کھل کر اور واضح طور پر بیان کرتے۔ حق گوئی اور بے باکی مولانا شاہ احمد نورانی کا خاصا تھا۔ ۷۰ء کے انتخابات کے سلسلے میں ایک بار اس وقت کے فوجی حکمران یحییٰ خان سے ان کی ملاقات تھی۔ وہ ملاقات کیلیے گئے تو یحییٰ خان نے شراب سامنے رکھی ہوئی تھی، مولانا جاتے ہی اس پر برس پڑے اور فرمایا یہ شراب ہٹاؤ ورنہ کوئی بات چیت نہیں ہوگی جس پر یحییٰ خان نے شراب ہٹا دی۔

مولانا شاہ احمد نورانی کے چند ساتھی جن میں محمد حنیف طیب، ظہور الحسن بھوپالی اور دوسرے شامل تھے انہیں چھوڑ گئے۔ جب اخبار نویس ان سے اس بارے میں دریافت کرتے تو وہ کہتے "ہم اسلام کے نفاذ کیلئے ایک ٹرین پر سوار ہوئے تھے مگر کچھ دوست سفر کی تکالیف برداشت نہ کر سکے اور جب اسلام کی بجائے اسلام آباد کا سٹیشن آیا تو وہ ہمیں چھوڑ کر اتر گئے، تاہم ہم اپنے سفر پر رواں دواں ہیں"۔

جنرل محمد ضیاء الحق کے خلاف بھی مولانا نورانی کا رویہ ہمیشہ سخت رہا۔ جب ۱۹۸۲ء میں بھارت

نے سیاچن کے ایک حصہ پر قبضہ کیا تو مولانا نے اسے سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ کیسا جرنیل ہے جس کے ملک کے ایک حصے پر بھارت نے قبضہ کرلیا ہے اور اسے خبر ہی نہیں ہوئی۔ اب کہتا ہے کہ وہاں تو گھاس اگتی ہے نہ تیل نکلتا ہے۔ وہ کہتے ضیاء الحق! برطانوی ملکہ سے سبق حاصل کرو جس نے اپنے ملک کی خودمختاری بحال کرنے کیلئے آئرلینڈ پر حملے سے بھی گریز نہیں کیا۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران مولانا شاہ احمد نورانی کو ضلع جیکب آباد کی گرم ترین جیل گڑھی خیرو میں رکھا گیا۔ اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں کہ گرمی کے باعث مولانا کی صحت بگڑ رہی ہے تو ان کی والدہ مرحومہ نے انہیں نصیحت کی کہ وہ آزمائش کی اس گھڑی میں ثابت قدم رہیں جس پر مولانا نورانی نے کہہ بھیجا کہ دعا کریں، میں نظام مصطفیٰ کیلئے جان قربان کردوں گا مگر ''سرنڈر'' نہیں کروں گا۔

ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے کزن ممتاز علی بھٹو کو ''بھٹو کے ٹیلنٹڈ کزن'' کا نام بھی مولانا نورانی نے دیا تھا جو بعد میں ان کی پہچان بن گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے وزیراعظم کے طور پر بنگلہ دیش کا دورہ کیا تو واپسی پر وہ مولانا شاہ احمد نورانی کیلئے پان کا ٹوکرا لائے تھے جسے مولانا نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا۔ اس پر پیپلز پارٹی کے بعض رہنماؤں نے بعد میں مولانا پر طنز کیا کہ ہم مولانا کی طرح پان نہیں کھاتے تو مولانا نے برجستہ جواب دیا میں بھی آپ کی طرح شراب نہیں پیتا۔

مولانا نورانی ایک بلند پایہ شخصیت تھے۔ وہ سیاست کے اسرار و رموز سے پوری طرح آگاہ تھے۔ ان کا ہر طبقہ فکر میں احترام کیا جاتا تھا۔ انہوں نے مختلف طبقات میں اتحاد کیلئے بھرپور کام کیا۔ ''ملی یکجہتی کونسل'' بنی تو اس کے چیئرمین منتخب ہوئے اور جب ''متحدہ مجلس عمل'' کا قیام عمل میں آیا تو اس کے پہلے چیئرمین بھی وہی تھے۔ انتشار و افتراق کے اس دور میں وہ اتحاد کا نشان تھے، نظریں انہی کی جانب اٹھتی تھیں، اور اب تو یہ حال ہے

ساز خاموش، نغمہ چپ، بالیں اداس اک تیرے جانے کیا کیا ہو گیا

بشکریہ روزنامہ ''خبریں'' پشاور

موت العالم موت العالم

سرفراز سید

مولانا شاہ احمد نورانی کی اچانک موت سے ملک کی سیاست میں اچانک سناٹا چھا گیا ہے۔ وہ کوئی عام شخصیت نہیں تھے، بہت بڑے عالم دین، بہت مدبر سیاستدان اور تحمل، بردباری، رواداری اور یگانگت واخوت کے عظیم علمبردار ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ایک عالم دین کی موت کل عالم کی موت ہوتی ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں عالم دین تھے۔ بارہ سے زائد زبانوں کے ماہر، خوش الحان، خوش کلام، سادہ منش، درویش صفت انسان۔ مجھے طویل صحافتی زندگی میں بہت سے معروف علماء، سیاستدانوں اور دانشوروں کو نزدیک سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ طویل رفاقتیں اور صحبتیں بھی رہیں ہیں، کچھ لوگوں نے مایوس، کچھ نے کسی حد تک متاثر بھی کیا مگر بہت کم لوگ ایسے تھے جنھوں نے واقعی متاثر کیا، ان میں مولانا شاہ احمد نورانی کا نام نمایاں ہے۔

میری ان کے ساتھ کوئی ایسی زیادہ ملاقاتیں نہیں رہیں۔ ایک اخبار نویس کی حیثیت سے متعدد بار ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان کی شخصیت کے بہت سے پہلو سامنے آئے۔ نہایت سادہ طبیعت، دنیا و جاہ و حشمت سے بے نیاز، کراچی میں عمر بھر ایک چھوٹے سے فلیٹ میں مقیم رہے۔ خود ٹوکری پکڑ کر بازار سے سبزی اور سودا سلف لاتے۔ انہیں منفرد اعزاز حاصل تھا کہ ان کی شادی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ان کے والد بزرگوار اور سسر دونوں مدینہ منورہ کے جنت البقیع قبرستان میں مدفون ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں عاشق رسول ﷺ تھے۔ مذہب اور سیاست میں انہوں نے شائستگی اور رواداری کے اصولوں اور روایات کو جس انداز میں فروغ دیا اس سے ان کی ذات اور شخصیت ہمیشہ غیر متنازعہ رہی، یہی وجہ ہے کہ ایم ایم اے کی قیادت سے پہلے بھی اکثر اوقات ملک میں شروع ہونے والی جمہوری تحریکوں میں انہیں ہمیشہ نمایاں مقام دیا جاتا رہا۔

مولانا کی انسان دوستی کی ایک چھوٹی سی مثال ہے کہ وہ لاہور میں ...

پاکستان‘‘ کے مرکزی رہنما پیر اعجاز ہاشمی کے گھر پر مقیم تھے۔ ہم کچھ صحافی بھی وہاں موجود تھے، کھانے کا وقت ہو گیا۔ کھانا لگنے لگا تو مولانا نے میزبان سے کہا کہ پہلے مکان سے باہر ڈیوٹی دینے والے خفیہ پولیس کے اہلکاروں کو کھانا کھلوایا جائے، وہ بہت دیر سے باہر ڈیوٹی دے رہے ہیں، ان کی ڈیوٹی اپنی جگہ مگر وہ ہمارے مہمان ہیں۔ یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ جو شخص بارہ سے زیادہ زبانیں جانتا ہو، دنیا بھر کے ممالک میں لیکچر دے چکا ہو، تبلیغ کر چکا ہو، اس کے ذہن اور سوچ میں کشادگی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

عالمِ دین کسی بھی فرقہ کا ہو میرے لئے قابلِ احترام ہے مگر یہ کہ وہ حقیقی طور پر عالمِ دین ہو، محبت کا علمبردار ہو، اخوت اور یگانگت کو فروغ دینے کی بات کرتا ہو، ذاتی زندگی میں درویش اور علم و دانش کی دنیا میں مینارہ نور دکھائی دے۔ میں نورانی صاحب کا مرید یا عام معروف معنوں میں پیروکار نہیں ہوں مگر ایک اچھے انسان کے چلے جانے پر اس کی خوبیوں کا اعتراف کرنا چاہئے۔ مولانا نے عمر بھر مجاہدانہ زندگی گزاری، بہت سے ممالک میں تبلیغی مراکز قائم کئے، ہزاروں لیکچر دیئے۔ ان کی بہت سی تصنیفات سامنے آئیں۔ بلاشبہ انہیں بین الاقوامی سطح پر بہت قدر و منزلت حاصل تھی۔ وہ چاہتے تو بعض دوسرے مذہبی رہنماؤں کی طرح اپنے لاکھوں عقیدتمندوں کے ذریعے مختلف پراجیکٹس کے نام پر کروڑوں روپے جمع کر سکتے تھے۔ اپنے لئے بڑی بڑی گاڑیاں خرید سکتے تھے، محل نما عمارتیں تعمیر کر سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور کراچی میں ایک نہایت مختصر سے فلیٹ میں ایک عام معمولی شہری کی طرح رہے۔ اس طرح درویشانہ زندگی گزار دی کہ ان کے دامن پر کسی قسم کی کسی آلائش کا کوئی تذکرہ سامنے نہیں آیا۔ ایک بے داغ، باعزت، صاف ستھری دیانتدارانہ زندگی بسر کی۔ متعدد ممالک کے حکمرانوں اور دوسرے رہنماؤں کی دعوت پر ان ممالک کے طویل دورے کئے مگر طبیعت میں کبھی تکبر یا غرور کا شائبہ بھی پیدا نہ ہوا۔

مولانا کی شخصیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ جمہوریت کے حامی رہے اور اس کے حصول، فروغ اور استحکام کیلئے مسلسل کوشاں رہے ان کی جمہوری کاوشوں کا تذکرہ بہت طویل ہے۔ ایک مختصر کالم میں ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ ان کی شخصیت کے جاندار اور مثالی پہلوؤں کے (باقی صفحہ آخر پر)

تعزیتی بیانات

شاہ احمد نورانی ایماندار اور نڈر رہنما تھے: ولی خان

عوامی نیشنل پارٹی کے رہبرِ تحریک اور بزرگ سیاستدان خان عبدالولی خان اور اے این پی کی صوبائی صدر بیگم نسیم ولی خان نے ''جمعیت علمائے پاکستان'' کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات پر گہرے صدمے اور دلی دکھ کا اظہار کیا ہے۔

صوبائی سیکرٹری اطلاعات میاں افتخار حسین کے مطابق خان عبدالولی خان نے کہا ہے کہ وہ جب قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر رہتے تھے تو مولانا شاہ احمد نورانی ان کے ساتھ سیکرٹری کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ وہ نہایت ایماندار، کھرے، قابل، نڈر اور بے باک رہنما تھے اور کام کو جانفشانی سے سرانجام دیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا صاحب کی جمہوریت کیلئے دی ہوئی قربانیاں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ وہ اپنی سیاسی بصیرت اور فراست کے باعث جمہوریت پسند حلقوں میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ اعلیٰ پائے کے سیاستدان اور مذہبی رہنما کے ساتھ ساتھ ایک اچھے پارلیمنٹیرین بھی تھے۔ ان کی موت سے جو خلاء پیدا ہوا ہے ان کی کمی کو ہمیشہ محسوس کیا جائے گا۔

پارٹی کی صوبائی صدر بیگم نسیم ولی خان نے کہا کہ مولانا صاحب مثبت سوچ کے حامل جمہوریت پسند مذہبی رہنما تھے۔ انہوں نے کہا کہ پی این اے کی قومی تحریک کے دوران ان کی صلاحیتوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو پتہ چلا کہ وہ دوسروں کے برعکس انتہائی حقیقت پسند اور اعتدال پرست رہنما ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موصوف کئی خاصیتوں کے حامل تھے اور شائد ان کی خوبیوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی موت سے ہر مکتبہ فکر کے لوگوں کو صدمہ پہنچا ہے۔

خان عبدالولی خان اور بیگم نسیم ولی خان نے اپنے مشترکہ تعزیتی بیان میں مرحوم کے اہل خانہ لواحقین اور ساتھیوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا صاحب کو اللہ تعالیٰ اپنی جوارِ رحمت کی جگہ دیں اور مرحوم کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (بشکریہ روزنامہ ''مشرق'' پشاور)

مولانا نورانی کی وفات عظیم قومی نقصان ہے: شیر پاؤ

وفاقی وزیر پانی و بجلی آفتاب احمد خان شیر پاؤ نے متحدہ مجلس عمل کے صدر اور ممتاز عالمِ دین مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ ان کی وفات ایک عظیم قومی نقصان ہے۔ انہوں نے مولانا نورانی کی اسلام اور جمہوریت کیلئے خدمات پر انہیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم نے اسلام کے رہنما اصولوں کے فروغ اور جمہوری اقدار کی ترویج کیلئے بھرپور کردار ادا کیا۔

انہوں نے کہا کہ ان کی وفات سے قوم ایک عظیم سیاستدان سے محروم ہوگئی اور ان کی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ بمشکل پُر ہوگا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل دیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''مشرق'' پشاور)

مولانا نورانی کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا: نواز شریف

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد محمد نواز شریف اور صدر محمد شہباز شریف نے ''جمعیت علماء پاکستان'' کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات پر گہرے صدمے کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے مسلم لیگ (ن) سیکرٹریٹ سے جاری ہونے والے ایک مشترکہ پیغامِ تعزیت میں کہا ہے کہ مولانا نورانی کی وفات ایک قومی نقصان ہے جس کے باعث نہ صرف پاکستان کے دینی حلقے ایک ممتاز عالم سے محروم ہوگئے ہیں بلکہ قومی سیاست میں بھی ایک ایسا خلاء پیدا ہوگیا ہے جس کا پُر ہونا دشوار ہے۔

انہوں نے کہا کہ مولانا نورانی مرحوم کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جن کی بدولت اندرون اور بیرون ملک متعدد افراد کو مشرف بہ اسلام ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

علاوہ ازیں پاکستان کو اجتماعی طور پر اسلامی اقدار کے فروغ اور پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی مملکت کی منزل تک لے جانے کی غرض سے ان کی سیاسی جدوجہد موجودہ اور آنے والی نسلوں کیلئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ مسلم لیگی رہنماؤں نے کہا کہ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا

نورانی مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان اور معتقدین کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے --- آمین۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے چیئرمین راجہ محمد ظفر الحق، قائم مقام پارلیمانی لیڈر چوہدری نثار علی خان، سیکرٹری جنرل سرانجام زمیندار اور مرکزی سیکرٹری اطلاعات محمد صدیق الفاروق نے بھی اپنے مشترکہ تعزیتی پیغام میں مولانا نورانی کی وفات پر گہرے افسوس کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے اہل خانہ اور دیگر عزیز و اقارب کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ (بشکریہ روزنامہ "جنگ" راولپنڈی)

(نورانی صاحب کا) مشن جاری رکھیں گے: قاضی حسین احمد

امیر جماعت اسلامی و نائب صدر "متحدہ مجلس عمل پاکستان" قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے "متحدہ مجلس عمل" کے صدر کی حیثیت سے امتِ مسلمہ کو جو متحدہ پلیٹ فارم عطا کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مقبول عمل ہے۔ یہ صدیوں بعد کسی کو توفیق ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے گرد جمع کر سکے۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی وفات پر اپنے تعزیتی بیان میں انہوں نے کہا کہ وہ ہم سب کیلئے مرکزِ محبت تھے اور رہنمائی کا ذریعہ تھے ان کی وفات سے ایک بہت بڑا خلاء ہو گیا ہے لیکن ہمیں امید ہے کہ انہوں نے تمام لوگوں کے درمیان جو رشتۂ اخوت پیدا کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قائم رہے گا۔

ہم ان شاء اللہ اکٹھے اور متحد رہیں گے ہمارا اتحاد اور مل جل کر اللہ کے دین کی خدمت کیلئے کام کرنا شاہ احمد نورانی مرحوم کیلئے صدقہ جاریہ ہوگا ان کیلئے بہترین خراجِ عقیدت وہی ہے کہ ہم متحد رہیں ہم ان شاء اللہ العزیز ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

قاضی حسین احمد نے کہا کہ شاہ احمد نورانی مرحوم نے اپنی صدارت میں ہونے والے آخری اجلاس میں جو پُر عزم جدوجہد کا پروگرام بنایا تھا ہم ان شاء اللہ اس عزم کے ساتھ اس پروگرام کو جاری رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، قرآن وسنت کی بالادستی، ملک میں آمریت کا خاتمہ، پارلیمنٹ اور دستور کی بحالی ان کی جدوجہد کے مقاصد تھے۔ ''متحدہ مجلس عمل'' ان مقاصد کے حصول کیلئے پرعزم جدوجہد جاری رکھے گی۔ اس موقع پر ہم سب صدمہ میں ہیں لیکن ہم اسے ایک عظیم قوت میں تبدیل کردیں گے تاکہ ان کے مشن کو جاری رکھ سکیں۔

ان کے صاحبزادے سے فون پر میری بات ہوئی، وہ اپنے والد کی اچانک موت کے باوجود بلند ہمت اور بلند حوصلے سے تھے۔ قاضی حسین احمد نے کہا کہ ۷ دسمبر کو ملتان میں مرکزی ''متحدہ مجلس عمل'' کے اجلاس کا فیصلہ مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم نے خود کیا تھا۔ یہ اجلاس پروگرام کے مطابق ہو گا، تاریخ اور مقام وہی رہے گا اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے رابطہ عوام پروگرام کو جاری رکھیں گے۔ ہم نے حکومت کو جو ڈیڈ لائن دی ہے وہ برقرار ہے۔ حکومت اگر ۷ دسمبر سے پہلے آئینی ترمیمی بل پارلیمنٹ میں نہ لائی تو ''پرویز مشرف ہٹاؤ'' تحریک شروع ہو جائے گی۔

قاضی حسین احمد نے کہا کہ بیماری اور بڑھاپے کے باوجود مولانا شاہ احمد نورانی آخری وقت تک پُرعزم رہے اور اللہ کے دین کے غلبہ کیلئے جدوجہد میں مصروف رہے اور یہ میدانِ عمل میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ ان کی مجاہدانہ زندگی ہم سب کیلئے مثال ہے۔ ہم ان کے خانوادے، ان کے حلقہ ارادت اور عقیدتمندوں کے ساتھ ان کی وفات کے صدمہ میں شریک ہیں اور میں ذاتی طور پر اپنے ایک بزرگ رہنما اور گہرے شفیق دوست سے محروم ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو اپنے مقرب بندوں اور انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کے زمرے میں شامل کرے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا کے ساتھ گزرے ہوئے شب وروز کا ایک ایک لمحہ میرے دل پر نقش ہے، وہ عبادت گزار اور اللہ والے تھے۔ انہوں نے اس سال بھی بیماری اور بڑھاپے کے باوجود نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ انہوں نے اپنے قرآن سنانے کا وظیفہ ۶۴ سال سے جاری رکھا تھا اور اللہ ان حسنات کو قبول فرمائیں اور ان کی مغفرت فرمائے۔

(بشکریہ: روزنامہ ''نوائے وقت'' راولپنڈی، اسلام آباد)

مجلس عمل کی کمر ٹوٹ گئی: فضل الرحمٰن

''متحدہ مجلس عمل'' کے سیکرٹری جنرل مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی کی رحلت پوری قوم، ملک اور امت مسلمہ کا بڑا نقصان ہے۔ ان کی رحلت نے ''متحدہ مجلس عمل'' کی کمر توڑ دی ہے۔ جمعرات کو ایک خصوصی بات چیت میں انہوں نے کہا کہ علامہ شاہ احمد نورانی کے اچانک انتقال سے قوم و ملک کو عظیم نقصان اور صدمہ پہنچا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات کے تناظر میں امتِ مسلمہ اور پوری قوم کو ان کی رہنمائی کی بڑی ضرورت تھی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے قوم کو مشکل سے نکالنے کیلئے تمام زندگی اپنی کوششیں اور جدو جہد جاری رکھیں۔

ان کی وفات سے پوری قوم رنج و غم میں مبتلا ہے۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ ''متحدہ مجلس عمل'' کے سیاسی و دیگر معاملات اس وقت انتہائی نازک موڑ پر پہنچ چکے تھے لیکن ان کی اچانک وفات سے سیاسی عمل کو شدید دھچکا پہنچا ہے۔ خدا پوری قوم، امتِ مسلمہ اور ان کے اہلِ خانہ کو اس گہرے صدمے کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ''متحدہ مجلس عمل'' کو سنبھلنے کی ہمت دے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی کی ساری زندگی دین کی تبلیغ اور بہتری کیلئے کام کرتے ہوئے گزری۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے بعد وہ ملک کے ممتاز رہنماؤں میں شامل ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ پاکستان میں آئین سازی کا عمل ہو، ختم نبوت کی تحریک ہو یا جمہوری عمل کا کوئی معاملہ ہر دور میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار نمایاں رہا ہے۔ اور انہوں نے ماضی میں مفتی محمود کے ساتھ مل کر دینِ اسلام اور دین کے مقاصد کیلئے انتہائی اہم خدمات انجام دیں۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے ملک کی جمہوریت کی بحالی کیلئے بھی ہمیشہ بھرپور کوششیں کیں۔

نورانی کے انتقال سے قوم، جمہوریت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا: شجاعت

''پاکستان مسلم لیگ'' کے صدر اور مرکزی پارلیمانی لیڈر چوہدری شجاعت حسین اور وزیر اعلیٰ

پنجاب چوہدری پرویز الٰہی مولانا شاہ احمد نورانی کے انتقال کی خبر سنتے ہی ان کی قیام گاہ پر پہنچے اور حسنات قادری اور ان کے عقید تمندوں سے اظہار تعزیت کیا۔ انہوں نے مولانا نورانی کے ترجمان حسنات قادری کے گھر اور پمز میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا نورانی کو خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ مرحوم کی دینی اور قومی خدمات کو کبھی بھلایا نہیں جا سکے گا۔ چوہدری شجاعت نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی ساری زندگی پاکستان میں اسلام، دینی اقدار اور بحالی جمہوریت کی تحریکوں میں نمایاں طور پر جدوجہد کرتے رہے۔ مولانا نورانی اپنی اعتدال پسندی، رواداری اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے ہمیشہ قوم کے شفیق رہنماؤں میں شامل رہیں گے اور انہیں تاریخ کے انمٹ باب کی حیثیت حاصل رہے گی۔

چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ میرے مولانا شاہ احمد نورانی سے میرے والد کے دور سے تعلقات تھے اور ان سے میرا تاریخی رشتہ تھا۔ ان کے انتقال سے پوری قوم اور جمہوریت کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی اور وفاقی وزیر صحت نصیر خان بھی موجود تھے۔

چوہدری شجاعت حسین نے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں چوہدری ظہور الٰہی شہید کو ایک تقریر کی پاداش میں چار سال کی قید ہوئی۔ وہ کراچی جیل میں تھے مولانا نورانی میرے والد کے خلاف دوسرے کیسوں کی تاریخوں پر کچہری میں موجود تھے اور کبھی ناغہ نہیں کیا تھا کیونکہ ان کا چوہدری ظہور الٰہی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا۔ چوہدری شجاعت نے ایل ایف او کے حوالے سے بتایا کہ اس معاملہ میں آخری وقت تک مولانا نورانی کی خواہش اور کوشش تھی کہ کسی طریقے سے اتفاق رائے پیدا ہو جائے، ان کی سوچ ہمیشہ مثبت رہتی۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' راولپنڈی)

مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات عظیم المیہ ہے: پروفیسر خورشید احمد

''متحدہ مجلس عمل'' کے رہنما اور نائب امیر ''جماعت اسلامی پاکستان'' سینیٹر پروفیسر خورشید احمد

نے ''متحدہ مجلس عمل'' کے صدر اور ''جمعیت علماء پاکستان'' کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کے انتقال پر ان کے صاحبزادے مولانا انس نورانی سے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ ان کے انتقال سے لاکھوں افراد ان کے سایۂ شفقت سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی خدمات کا دائرہ صرف پاکستان تک محدود نہیں تھا بلکہ دنیا کے طول وعرض تک پھیلا ہوا تھا۔

پروفیسر خورشید احمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت کے اعلیٰ درجوں میں جگہ دے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر جمیل سے نوازے بلاشبہ آپ کے اور اہل خانہ کیلئے ان کی وفات ایک عظیم المیہ اور ایک سرپرست سے محرومی ہے جو شفقت اور محبت کا پیکر تھا۔ (بشکریہ روزنامہ ''مشرق'' پشاور)

ملک اعلیٰ پائے کے سیاستدان اور مذہبی

رہنما سے محروم ہو گیا: گورنر، وزیر اعلیٰ سرحد

صوبہ سرحد کے گورنر سرحد لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سید افتخار حسین شاہ نے ''متحدہ مجلس عمل'' کے سربراہ اور سینیٹر مولانا شاہ احمد نورانی کی اچانک انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔ ایک تعزیتی بیان میں گورنر نے کہا کہ مولانا نہ صرف ایک ممتاز عالمِ دین بلکہ ایک ماہر پارلیمنٹیرین بھی تھے جن کا شمار پاکستان کے بزرگ ترین سیاستدانوں میں ہوتا تھا۔

گورنر نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی کے انتقال سے پاکستان ایک اعلیٰ پائے کے سیاستدان، تجربہ کار پارلیمنٹیرین اور بزرگ مذہبی رہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ اپنے تعزیتی پیغام میں وزیر اعلیٰ سرحد اکرم خان درانی نے امت مسلمہ کے اتحاد، اسلام کی بالادستی، ملک میں نفاذِ شریعت اور بحالی جمہوریت کیلئے مولانا شاہ احمد نورانی کی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ قومی اور بین الاقوامی حالات کے تناظر میں امتِ مسلمہ کے اتحاد کے داعی کا مسلمانوں سے جدا ہو جانا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ گورنر اور وزیر اعلیٰ نے مولانا شاہ احمد نورانی کی مغفرت اور ان کے لواحقین کیلئے صبر استقامت کی دعا کی۔ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' راولپنڈی)

مولانا نورانی نے کبھی بھی جابر حکمران کے سامنے سر نہیں جھکایا: سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی

''جمعیت علمائے پاکستان'' صوبہ سرحد کے سابق صدر سید محمد امیر شاہ نے کہا کہ مولانا نورانی کی وفات قوم کیلئے عظیم المیہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم نظام مصطفیٰ کے علمبردار تھے۔ انہوں نے تحفظِ ناموسِ رسالت کا بیڑا اٹھایا تھا اور تبلیغ اسلام میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا نورانی نے کبھی بھی ظالم و جابر حکمران کے آگے سر نہیں جھکایا۔ انہوں نے دینی اور سیاسی جماعتوں کو یکجا کرنے کیلئے مقدور بھر کوششیں کیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

علامہ نورانی کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں: سید ظفر علی شاہ

ادارہ تبلیغ الاسلام و موتمر عالم اسلامی کے صدر اور مرکزی امن کمیٹی پشاور کے سرپرست اعلیٰ آغہ سید ظفر علی شاہ نے علامہ شاہ احمد نورانی کی اچانک وفات کو عظیم قومی سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان کی رحلت سے ملتِ اسلامیہ ایک عظیم عالمِ دین اور مذہبی سکالر سے محروم ہوگئی ہے۔ ان کا خلاء صدیوں تک پُر نہیں ہو سکے گا۔ ان کی دینی خدمات کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان میں مثالی قربانیاں اور بحالی جمہوریت و نفاذ شریعت محمدی ﷺ کیلئے خدمات ناقابل فراموش اور لائق تحسین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسے روحانی پیشوا اور قلندر صفت انسان صدیوں میں جنم لیتے ہیں۔ انہوں نے ان کی روح کے ایصالِ ثواب، بلندئ درجات اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔

مولانا نورانی نے شیعہ سنی اتحاد میں اہم کردار ادا کیا: سیاسی رہنما

مولانا شاہ احمد نورانی بڑی مذہبی اور سیاسی شخصیت تھے۔ مولانا کی رحلت پارلیمنٹ اور سینٹ میں بہت بڑا سانحہ ہے۔ شیعہ سنی اتحاد کیلئے انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ ان خیالات کا اظہار مختلف سیاسی رہنماؤں نے نشتر پارک میں مولانا شاہ احمد نورانی کی نماز جنازہ کے بعد صحافیوں سے بات

چیت کرتے ہوئے کیا۔ ''متحدہ مجلس عمل'' کے رہنما مولانا سمیع الحق نے اس موقع پر بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات سے سیاسی اور مذہبی دنیا میں خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ جس کو پُر کرنا بہت مشکل ہے۔ ان کی ذات کی وجہ سے تمام مکاتب فکر کے لوگ متحد تھے۔ انہوں نے کہا کہ ملی یکجہتی کونسل کا قیام عمل میں لانے کا سہرا بھی مولانا کے سر ہے۔

متحدہ قومی موومنٹ کے رہنما فاروق ستار نے کہا کہ مولانا بہت بڑی مذہبی اور سیاسی شخصیت تھے۔ ان کی رحلت سے سیاست میں ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جسے صدیوں تک پر نہیں کیا جا سکے گا۔ سینیٹر نثار میمن نے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا نورانی ہر موقع پر ہماری رہنمائی کرتے تھے۔ ایل ایف او کے حوالے سے مولانا جو چاہتے تھے ہم کوشش کریں گے کہ اس پر عمل درآمد ہو۔ ہم ان سے کچھ سیکھنا چاہتے تھے لیکن موقع نہ مل سکا۔ سینٹ کے سابق چیئرمین وسیم سجاد نے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ سینٹ اور پارلیمنٹ کی تاریخ میں مولانا نورانی کی رحلت بہت بڑا نقصان ہے۔ ان کی رہنمائی میں پارلیمنٹ میں اہم کردار ادا کر سکتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایک عالم دین سے محروم ہو گئے ہیں، وہ اپوزیشن میں رہتے ہوئے بھی ہماری رہنمائی کرتے تھے۔ (بشکریہ روزنامہ ''مشرق'' پشاور)

بقیہ: موت العالِم موت العالَم

باعث ہی انہیں متحدہ مجلس عمل کا قائد منتخب کیا گیا تھا۔ وہ آخری سانس لینے سے پہلے مجلس عمل ہی کے پروگرام کے بارے میں پریس کانفرنس سے خطاب کرنے والے تھے مگر اس کی مہلت نہ مل سکی، ایسے لوگ اب کم رہ گئے ہیں۔

ان کے جانے سے بیک وقت ملک کے مذہبی، سیاسی اور سماجی حلقوں میں عظیم خلا پیدا ہو گیا ہے۔ ان کی وفات پر ہر مسلک اور ہر طبقے کی طرف سے دکھ اور غم کا اظہار کیا جا رہا ہے اور کیا بھی جانا چاہئے کہ وہ رواداری، محبت اور اخوت کے اصولوں کے حقیقی علمبردار تھے۔

(بشکریہ روزنامہ ''خبریں'')